ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
36
17 تا 23 رمضان المبارک 1430ھ / 8 تا 14 ستمبر 2009ء

روزہ: شریعت محمدیؐ کے اتباع کی مشق

روزے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ طویل مدت تک شریعت کے احکام کی تعمیل کراتا ہے۔ نماز کی مدت ایک وقت میں چند منٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت سال بھر میں صرف ایک وقت آتا ہے اور وہ بھی صرف مالداروں کے لیے۔ حج میں البتہ لمبی مدت تو صرف ہوتی ہے مگر اس کا موقع عمر بھر میں ایک دفعہ آتا ہے اور وہ بھی سب کے لیے نہیں۔ ان سب کے برخلاف روزہ ہر سال پورے ایک مہینہ تک شب و روز شریعت محمدیؐ کے اتباع کی مشق کراتا ہے۔ صبح سحری کے لیے اٹھو۔ ٹھیک فلاں وقت تک کھانا پینا بند کر دو۔ دن بھر فلاں فلاں کام کر سکتے ہو اور فلاں فلاں کام نہیں کر سکتے۔ شام کو ٹھیک فلاں وقت پر افطار کرو۔ پھر کھانا کھا کر آرام لو۔ پھر تراویح کے لیے دوڑو۔ اس طرح ہر سال کامل مہینہ بھر صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک مسلمان کو فوجی سپاہیوں کی طرح پورے قاعدے اور ضابطے میں رکھا جاتا ہے اور پھر گیارہ مہینے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاکہ جو تربیت اس مہینہ میں اس نے حاصل کی ہے، اس کے اثرات ظاہر ہوں اور جو کمی پائی جائے، پھر دوسرے سال کی ٹریننگ میں پوری کی جائے۔

اس قسم کی تربیت کے لیے ایک ایک شخص کو الگ الگ لے کر تیار کرنا کسی طرح موزوں نہیں ہوتا۔ فوج میں بھی آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو الگ الگ قواعد نہیں کرائی جاتی بلکہ پوری فوج کی فوج ایک ساتھ قواعد کرتی ہے۔ سب کو ایک وقت بگل کی آواز پر اٹھنا اور بگل کی آواز پر کام کرنا ہوتا ہے، تاکہ ان میں جماعت بن کر متفقہ کام کرنے کی عادت ہو اور اس کے ساتھ ہی وہ سب ایک دوسرے کی تربیت میں مددگار ہوں۔ یعنی ایک شخص کی تربیت میں جو کچھ نقص رہ جائے، اس کی کمی کو دوسرا اور دوسرے کی کمی کو تیسرا پورا کردے۔ اسی طرح اسلام میں رمضان کا مہینہ روزے کی عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ایک وقت میں سب کے سب مل کر روزہ رکھیں۔ اس حکم نے انفرادی عبادت کو اجتماعی عبادت بنا دیا۔

روزہ
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

ہے کوئی......
تقویٰ کے مظاہر
کیا امریکہ ''اسلامستان'' کی بنیاد رکھ چکا ہے؟
قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھیے!
غزوۂ بدر ـــــ یوم الفرقان
عیسائیت کے غلبے کی جنگ
مایوسی: ایک گناہ
ارشاد حقانی، راجہ فتح خان اور تاریخ سے فریب

سورۃ الاعراف

(آیات:169تا171)

الھدیٰ (388)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ
مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٧٠﴾ وَاِذْ
نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾ ﴾

’’پھر ان کے بعد ناخلف اُن کے قائم مقام ہوئے جو کتاب کے وارث بنے۔ یہ (بے تامل) اس دنیائے دنی کا مال ومتاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بخش دیے جائیں گے۔ اور (لوگ ایسوں پر طعن کرتے ہیں) اگر ان کے سامنے بھی ویسا ہی مال آ جاتا ہے تو وہ بھی اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب کی نسبت عہد نہیں لیا گیا کہ خدا پر سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہیں گے۔ اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے اس کو انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے۔ اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔ اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز کا التزام رکھتے ہیں (اُن کو ہم اجر دیں گے کہ) ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اور جب ہم نے ان (کے سروں) پر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ اُن پر گرتا ہے، تو (ہم نے کہا کہ) جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے زور سے پکڑے رہو، اور جو اس میں لکھا ہے اُس پر عمل کرو تاکہ بچ جاؤ۔‘‘

اگلوں میں کچھ صالحین بھی تھے، پچھلے یعنی اُن کے جانشین انتہائی ناخلف لوگ ہوئے۔ وہ کتاب (تورات) کے وارث بنے، مگر وہ اس دنیا کا سامان اکٹھا کرنے ہی میں لگے رہے۔ انہوں نے اسی کو اپنا مقصد قرار دے لیا اور حلال وحرام کی تمیز کی ذرا پروا نہ کی۔ اس بدعملی اور نافرمانی کے باوجود وہ یہ کہتے کہ ہمیں تو بخش ہی دیا جائے گا، ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے اور اسرائیل کی اولاد ہیں۔ ہم اللہ کے چنیدہ لوگ ہیں۔ وہ دوسروں پر تو لعن طعن کرتے ہیں، مگر اُن کا اپنا حال یہ ہے کہ جیسا سامان اُن کے پاس ہے ویسا ہی سامان انہیں اور دے دیا جائے تو وہ لے لیں گے، یہ نہیں دیکھیں گے کہ حرام سے ہے یا حلال سے۔ کیا جب ان کو تورات دی گئی تھی اس وقت ان سے عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ کوئی جھوٹی بات اللہ کی طرف منسوب نہیں کریں گے اور یہ بات انہوں نے کتاب کے اندر پڑھ بھی لی تھی۔ ہاں جنہوں نے تقویٰ کی روش اختیار کی، اُن کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے، تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ہو۔ اے یہودیو، تم خسارے کا سودا کیوں کرتے ہو، حقیقی نفع کی طرف کیوں نہیں آتے۔

البتہ وہ لوگ جنہوں نے کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا اور نماز قائم کی، ایسے مصلحین کا اجر ہم ضائع نہیں کریں گے۔ یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو اُن میں اچھے لوگ تھے اور آخر تک اچھے رہے۔

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر اٹھا کھڑا کیا۔ وہ اُن کے اوپر ایسے ہو گیا گویا ابھی ان کے اوپر گرا چاہتا ہے۔ اُس وقت ہم نے اُن سے کہا تھا، اس کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو جو ہم نے تم کو دی، اسی سے ہدایت اور راہ نمائی لو، اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد رکھو، تاکہ تم بچتے رہو اور تمہارے اندر تقویٰ کی روش پیدا ہو جائے۔ (یہاں رکوع ختم ہو رہا ہے۔ اس سورت کے بقیہ تین رکوعوں میں فلسفہ دین کے اعتبار سے بڑے اہم مضامین آ رہے ہیں۔)

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو!

عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :((لِيَسْاَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْاَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْاَلَهُ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’ہر شخص کو اپنی تمام ضروریات اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہئیں، یہاں تک کہ نمک اور جوتے کا تسمہ بھی اگر ٹوٹ جائے تو یہ بھی اس سے مانگے۔‘‘

تشریح: اللہ پاک کو دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ سمجھو کہ بڑے کام تو خود کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام نوکروں سے کراتے ہیں۔ اس لیے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں نوکروں سے التجا کرنی پڑتی ہے۔ اللہ عزوجل کی سلطنت ایسی نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق تو پلک جھپکنے میں بے شمار چھوٹے بڑے کام درست فرما دیتا ہے۔ اس کی سلطنت میں کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔ اس لئے چھوٹی سے چھوٹی چیزیں بھی براہ راست اس سے مانگو، کیوں کہ اس کے سوا تو کوئی اور نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے اور نہ بڑی۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہے کوئی......

بندے مسلسل کتوں کو کاٹتے چلے جا رہے ہیں اور خبریں دھڑا دھڑ بن رہی ہیں۔ قوم متحد ہو کر یہ ترانہ الاپ رہی ہے ”آٹا آٹا کردی میں آپ آٹا ہوئی“۔ امتیاز نے اپنا ریٹائرڈ بریگیڈ جس جرأت اور بہادری سے ”بحر کیچڑ“ میں اتارا ہے، معلوم ہوتا ہے نشان حیدر نہ پاسکے تو تمغہ جرأت تو وہ پڑا ہے۔ آصف تلاشِ زر میں دربدر ہو رہے ہیں۔ بیت میں مال نہ ہو تو ذمہ داران بیت المال کی تشویش قابل فہم ہے۔ پھر یہ کہ سرکاری خزانہ بھرا ہوگا تو بہتوں کا بھلا ہوگا، آخر چراغ سے چراغ جلے تو روشنی ہوتی ہے۔ اُدھر پاکستان میں امریکی سفیرہ این میری ڈبلیو پیٹرسن بیچاری شب و روز مصروف ہیں کیونکہ پاکستان کی امداد کا لوگر کیری بل کانگرس منظور کرنے کو ہے۔ لہٰذا تقسیم مال کے لیے اسلام آباد میں کئی ایکڑوں پر محیط سفارت خانہ کی تیاری اشد ضروری ہے، جو ہنگامی بنیادوں پر کی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں اسلام آباد میں 200 بنگلے کرائے پر حاصل کیے جا چکے ہیں جن کا کرایہ ڈالروں میں ادا کرنا ہوگا۔ وہ تو اللہ بھلا کرے امریکی وزارت خارجہ کا جس نے پاکستان کو اپنے سفارت کاروں کے لیے نان فیملی سٹیشن قرار دیا ہوا ہے وگرنہ سارا اسلام آباد ڈالروں میں کرائے پر حاصل کر لیا جاتا۔ اگرچہ یار لوگ اب بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام آباد کی گڈ گورننس کب کی کرائے پر چڑھ چکی ہے۔ رہ گئی بات بلیک واٹر کی تو اس نے تو اپنا نام ہی بدل لیا ہے اور مُردوں کو برا بھلا کہنا ہماری روایات کے خلاف ہے۔ روایات کی بات چل نکلی ہے تو یہ بھی جان لیں، ہم پابندی سے روایات نبھا رہے ہیں۔ پٹھان لڑنے بھڑنے کی روایت نبھا رہے ہیں۔ پنجابی چڑھتے سورج کی پوجا کرنے کی، ایم کیو ایم رنگ بدلنے کی اور سندھی گھر بیٹھے واویلا کرنے کی اور بلوچ خالی پیٹ پگ کا شملہ اونچا رکھنے کی روایت نبھا رہے ہیں۔ البتہ ہماری صحبت سے ہمارا اتحادی امریکہ بالکل فیض یاب نہیں ہو رہا ہے۔ حالانکہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ صحبت اثر رکھتی ہے۔ امریکہ کی روایت یہ تھی کہ وہ کام نکل جانے پر منہ پھیر لیتا تھا۔ آج وہ قدم قدم پر منہ پھیر رہا ہے۔ ہم ایک فوجی آپریشن سے اُس کا منہ سیدھا کرتے ہیں، وہ گنتی کے ڈالر پھینکتا ہے اور پھر منہ پھیر لیتا ہے۔ ہمیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ ”لقوہ“ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے کہ اُس کا منہ سیدھا ہونے کو ہی نہیں آتا۔

حیران ہوں، رووں دل کو کہ پیٹوں جگر کو میں آہ! یہ خبرنامہ ہم نے طنزیہ انداز میں آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ درحقیقت یہ وہ چیخ و پکار ہے جو قوم کا درد رکھنے والا ہر شخص کر رہا ہے۔ قوم کے جسد پر اتنی ضربیں لگ رہی ہیں کہ روتے روتے ہنسی آجاتی ہے اور بے وقت کی ہنسی ایسے ہی گل کھلاتی ہے۔ آپ نے آس پاس یا دنیا بھر میں دور دراز کہیں کوئی قوم آپ کو ایسی نظر آتی ہے جو بدترین حالات سے دوچار ہو، جسے دشمن نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہو، جس کے عوام کی کثیر تعداد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی کے دن پورے کر رہی ہو، جنہیں پینے کا صاف پانی دستیاب نہ ہو، جس کا ہر پیدا ہونے والا بچہ کئی ہزار ڈالر کا قرض اپنے سر لیے دنیا میں وارد ہوتا ہو۔ لیکن اُس قوم اور ملک کے رہنماؤں کو اٹھکیلیاں سوجھ رہی ہوں۔ وہ قومی اثاثوں کو لوٹنے اور سرکاری خزانے کو شیر مادر کی طرح ہضم کرنے میں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہوں۔ یہ لوگ مسند اقتدار کے لیے آپس میں یوں ٹکراتے ہیں جیسے لڑکھڑاتے ہاتھوں میں جام ٹکراتے ہیں اور اس جنگ میں وہ قومی وسائل اور مسائل سب کچھ جھونک دیتے ہیں۔ وہ جاہل عورتوں کی طرح لڑتے ہیں لیکن سمجھدار مہاجنوں کی طرح باہمی اتفاق سے عوام کے جسم سے گوشت نوچتے ہیں اور اُن کی رگوں کا خون چوستے ہیں اور اس بات سے مطلقاً بے فکر اور بے غم ہیں کہ آسمان پر کس کی بربادیوں کے مشورے ہو رہے ہیں۔ وہ وطن عزیز کی سلامتی

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 18
17 تا 23 رمضان المبارک 1430ھ
8 تا 14 ستمبر 2009ء
شمارہ 36

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کے درپے امریکہ کو اپنا اتحادی بنائے بیٹھے ہیں۔ حکومت اپنے ان آقاؤں سے پوچھ کر حکومت کرتی ہے اور اپوزیشن اُن سے پوچھ کر اپوزیشن کرتی ہے۔ باہم گتھم گتھا ہونے والے یہ سیاست دان امریکہ کے حضور جب صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں تو کندھے سے کندھا ملائے ہوتے ہیں۔ لیکن مکمل طور پر بے قصور اور معصوم خود یہ قوم بھی نہیں، اُس کی حالت یہ ہے کہ وہ بقول "میری دنیا لُٹ رہی تھی اور میں خاموش تھا" کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ وہ ان نام نہاد رہنماؤں کو ظلم وستم کی کھلی چھٹی دیئے ہوئے ہے۔ وہ حکمرانوں سے اپنے حقوق چھیننے اور بزور بازو حاصل کرنے کے لیے سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکلنے کی بجائے بادشاہ کے محل کے سامنے اکٹھے ہو کر پُل پر جوتیاں مارنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کرتے نظر آتے ہیں۔ ہم مسلسل قلم کی نوک سے عوامی جسد میں کچوکے لگا رہے ہیں، لیکن یہ سوئی ہوئی قوم بس پہلو بدل لیتی ہے یا زیادہ سے زیادہ ماتھے پر شکن ڈال کر "نہ چھیڑ ملنگاں نوں" بڑبڑاتی ہے اور پھر محو خواب ہو جاتی ہے۔ البتہ خواب بڑے حوصلہ افزا دیکھتی ہے۔ کبھی کشمیر پر بلا شرکت غیرے قبضہ کرنے کا اور کبھی دہلی کے لال قلعہ پر سبز ہلالی پرچم لہرانے کا، یہاں تک کہ امریکیوں کو مار بھگانے کا خواب دیکھنے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ البتہ حالات نے جن کی نیندیں حرام کی ہوئی ہیں وہ بلوچستان کے سکولوں سے سبز ہلالی پرچم کے غائب ہونے پر ماتم کناں ہیں۔ وہ نصابی کتابوں سے جہاد کی آیات کھرچ جانے پر نظریہ پاکستان کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ جہادیوں اور فوجیوں کی جنگ میں اصل شہید کو ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ وہ ملک وقوم اور دین وملت کے سینہ میں چھرا گھونپنے والے بازو پر "اتحادی" کا لگا ہوا اسٹیکر پھٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور ہم قلم ہاتھ میں تھامے سوچ رہے ہیں کہ ہے کوئی جو ہمیں سوئے ہوئے کو جگانا سکھادے، ہے کوئی جو ایسا نشتر فراہم کردے جو مریض کا کامیاب آپریشن کرے۔ ہے کوئی جو اس بحر کی موجوں میں اضطراب پیدا کردے، ہے کوئی جو اس قوم کو کسی طوفان سے آشنا کردے۔ ہے کوئی جو بھولا ہوا سبق یاد دلادے۔ ہے کوئی۔ ہے کوئی۔ ہے کوئی۔ وگرنہ یاد رہے نیند اور موت کی وادی میں زیادہ فصل نہیں ہوتا۔

ایک سوال

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہند و یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش!
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال؟
مرد بیکار و زن تہی آغوش!

(علامہ اقبال)

بقیہ: مایوسی ایک گناہ......

اللہ ہمیں آزمائشوں میں ڈال کر، رزق کی فراخی اور تنگی میں مبتلا کر کے ہمارا امتحان لیتا ہے۔

"ہر اس شخص کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لیے (رنج ومحن سے) نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے وہم وگمان بھی نہ ہو۔" (سورۃ طلاق 2:،3)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ جو کچھ وہ پکڑ رہا ہے حلال ہے یا حرام۔" (بخاری)

حقیقت توبہ:

اتباع نفس سے پیدا ہونے والی مایوسی اور اس سے جنم لینے والے گناہوں کے سرزد ہونے کے بعد بھی اللہ نے اپنے بندوں کے لیے توبہ کے دروازہ کھلا رکھا ہے۔

ہمیں نہیں معلوم کہ ہماری موت کب آجائے، لہٰذا فوراً اللہ کی طرف لپکنا چاہیے۔ اعمال کی بنیاد پر بعض دفعہ ایمان حقیقی کے اندر کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، مگر ہمیں ہر دم اللہ کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ اگر ہم قرآن کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس پر سچے دل سے عمل کرنے لگ جائیں تو یہ بات ان شاء اللہ ہمارے لیے اللہ کے ہاں فوز وفلاح کا باعث بنے گی۔ ارشاد ربانی ہے:

"البتہ جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے وہی یہ توقع کرسکتا ہے کہ وہاں فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔" (القصص:67)

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

"اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو گے جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیوں کو معاف کردیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔" (آیت:31)

حضرت ابو موسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرے اور وہ دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ رات کا گناہ کرنے والا توبہ کرے، مغرب سے سورج نکلنے تک۔" (رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اطلاع برائے رفقاء واحباب

حسب معمول امیر تنظیم اسلامی و مرکزی ناظمین بمعہ اہل خانہ ان شاء اللہ اس سال بھی عید الفطر کے دوسرے روز یعنی 2 شوال 1430ھ بعد نماز عصر تا عشاء مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں موجود ہوں گے۔

جن رفقاء کے لیے بسہولت ممکن ہو وہ (مع اہل وعیال) تشریف لائیں اور میزبانی کا شرف بخشیں۔

مرکز تنظیم اسلامی 67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

تقویٰ کے مظاہر

اعمال کی قبولیت کو تقویٰ سے مشروط کر دیا گیا ہے۔ یہ جس قدر اخلاص اور تقویٰ سے مزین ہوں گے، اسی قدر شرفِ قبولیت حاصل کریں گے

شفیق بیگ چغتائی

روزے کا مقصد تقویٰ ہے۔ لفظ متقی سامنے آتے ہی عموماً ذہن میں ایک ایسی شخصیت کا نقشہ اُبھرتا ہے جو دنیا چھوڑ چھاڑ بیٹھا ہو، جسے مسائل روزگار سے چنداں سروکار نہ ہو، راہبانہ مزاج کا حامل ہو، حالانکہ یہ تصور سرے سے غلط ہے۔ تقویٰ تو دل کی ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس سے علم و حکمت کے دھارے پھوٹتے ہیں، ہدایت کی ایسی نورانی کرنیں برآمد ہوتی ہیں، جس کی روشنی میں مومن محتاط ترین زندگی گزارنے کے اہل ہو جاتا ہے۔ وہ گناہ سے، اس کے بُرے نتائج سے اور اپنے خالقِ حقیقی کی ناراضی سے ڈرنے لگتا ہے۔ پھر یوں دھیرے دھیرے اُس کے دل میں خدا کی عظمت اور اس کے غضب کا خوف سما جاتا ہے، جس کی بنا پر وہ اللہ کی راہ میں اپنی خواہشوں کی قربانی دینے کے اہل ہو جاتا ہے۔ یہی تقویٰ کا پہلا مظہر ہے۔

علامہ آلوسی نے ایسے دل کی کیا خوب نقشہ کشی کی ہے:

"جب ندامت اور توبہ کے نور سے متقی کا دل روشن ہو جاتا ہے تو گناہ کے اندھیرے میں جو شیطان نے اپنا مسکن بنا لیا ہوتا ہے، وہ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ جیسے چمگادڑ صرف اندھیرے میں رہتا ہے، اسی طرح شیطان بھی صرف گناہوں کے اندھیرے میں رہتا ہے۔ متقی کا ہر قدم شیطان کے خلاف اُٹھتا ہے۔"

متقی احتیاط پسندی کے ایسے عالم میں زندگی گزارتا ہے جہاں کا ہر پل اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے کوسوں دور لے جاتا ہے۔ وہ ہر قدم اُٹھانے سے پہلے سوچتا ہے کہ میرا یہ قدم اللہ کی ناراضی کا موجب تو نہیں ہوگا۔

کس ڈھب سے راہِ عشق چلوں ہے یہ ڈر مجھے
پھوٹیں کہیں نہ آبلے، ٹوٹیں کہیں نہ خار

معصیت گریز زندگی کا حامل، اپنا دل تو توڑ سکتا ہے، مگر اللہ کا قانون نہیں توڑتا۔ زبان سے وہی بولتا ہے جو رب کریم کو پسند ہو۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ دین و دنیا کی بھلائیوں کا انحصار زبان کے دُرست استعمال پر ہے۔ وہ ہر لحظہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ممنوعہ اور حرام مناظر سے انہیں آلودہ نہیں ہونے دیتا۔ اس کی سماعتیں حمد وثنائے کبریا سننے کے لئے ملتفت رہتی ہیں، اور غیبت کی بدبو سے متنفر ہو جاتی ہیں۔ دستِ طلب اُٹھتے ہیں تو صرف ربِ ایزدی کے حضور۔ پائے طلب بڑھتے ہیں تو بس صراطِ مستقیم پر، غلبۂ دین کی شاہراہ پر رب کی دھرتی پر رب کے نظام کی جدوجہد کے لئے، اوامر کی ادائیگی کی خاطر۔ وہ ہمیشہ وہاں گزر اوقات کرتا ہے جہاں موجود ہونے سے اللہ کریم کی رحمت نصیب ہوتی ہے۔ وہ اُن لوگوں کے ساتھ قدم بقدم آگے بڑھتا ہے جنہیں قرآن حکیم نے "صادقین" کے نام سے پکارا ہے۔ لیکن اس سارے سفر میں اس کا زادِ راہ پھر بھی تقویٰ ہی رہتا ہے۔

تقویٰ کی اہمیت کے پیش نظر علمائے امت نے تقویٰ کی برکات اور شان و عظمت کو خوب واضح کیا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اس کی قدر و منزلت پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ لیکن ایک انتہائی قابلِ توجہ اصول جو مفسرین نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ نیکی صرف متقی لوگوں کی ہی قبول کی جاتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے مابین ہونے والا مکالمہ سورۃ المائدہ کی آیت 27 میں بیان ہوا ہے، وہاں واضح کیا گیا کہ:

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝﴾

"اللہ تعالیٰ (صرف) تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔"

یعنی اعمال کی قبولیت کو تقویٰ سے مشروط کر دیا گیا ہے۔ یہ جس قدر اخلاص اور تقویٰ سے مزین ہوں گے، اسی قدر شرفِ قبولیت حاصل کریں گے۔ سورۃ الحج کی آیت 37 اس حقیقت کو اور بھی واضح کرتی ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ تک کو ان کی قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ جو چیز اللہ کے ہاں پہنچتی ہے (اور جس کو وہ پسند فرماتا ہے) وہ دلوں کا تقویٰ ہے۔ اسی کی بنیاد پر اللہ لوگوں کو اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ دوسری عبادتوں کی طرح قربانی جیسی عبادت کا مقصود بھی عبادت گزاروں کو متقی بنانا ہے۔ پس جب ہر عمل کی اصل بنیاد ہی تقویٰ ہے تو پھر اس کی طرف بھرپور توجہ کی ضرورت ہے۔

تقویٰ کے کئی مظاہر ہیں۔ جب یہ کسی دل میں گھر کر لیتا ہے تو اُس پر سکینت کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ ایسے قلوب کے حامل افراد کی زندگیاں قابل رشک ہوتی ہیں، جنہیں اُن کے نیک اور صالح اعمال کے بدلے سکینہ جیسی نعمت سے نوازا جاتا ہے۔ اُن کے سینوں میں نور یقین کی شمع فروزاں ہوتی ہے، تو اِک نور کا ہالہ رہِ ہستی کو منور کیے رکھتا ہے۔ اور پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا میں آج تک کسی گناہ گار کو سکون نہیں مل سکا۔ قارون کے خزانے بھی خرچ کر دیے جائیں تو یہ ثمرہ بے بدل ہاتھ نہیں آتا۔

گزشتہ دنوں دنیا بھر کے اخباروں میں جرمنی کے ایک ارب پتی کی سبق آموز داستانِ حیات شہ سرخیوں سے شائع ہوئی۔ 74 سالہ ایڈولف مرکال نامی یہ صنعتکار شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھا۔ آخر کار اس نے ایک تیز رفتار ٹرین کے سامنے آکر خودکشی کر لی۔ آسمان کو چھوتی سائنسی ترقی پر تعیش زندگیوں کو ذہنی سکون مہیا نہیں کر سکی۔ یہ صرف دین متین کا ثمرہ ہے کہ وہ بندے کا تعلق اپنے معبود سے جوڑتا اور اسے مضبوط تر بناتا ہے۔ یہ تقویٰ ہے جو انسانی زندگی کو سنوار دیتا ہے۔ دلوں میں احکامات الٰہی کی بجا آوری کا جب سچا جذبہ جاگزیں ہوتا ہے تو یہی تقویٰ انسان کا محافظ بن جاتا ہے، جسے قرآن حکیم نے لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسے لباس انسانوں کو سردی، گرمی، طوفان اور میدان جنگ میں خطرات سے بچا کر رکھتا ہے، بعینہٖ تقویٰ انسان کو مادی اور روحانی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ انسان کے لئے لباس

لباس انسانوں کو سردی، گرمی، طوفان اور میدان جنگ میں خطرات سے بچا کر رکھتا ہے، بعینہٖ تقویٰ انسان کو مادی اور روحانی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے

کی کیا اہمیت ہے؟ یہ ہر ایک پر واضح ہے، یہ ایک طرف تو پردہ پوشی کرتا ہے اور دوسری جانب انسان کے لئے باعثِ زینت وجمال بھی ہے۔ اہل تقویٰ کی زندگیاں ایسی ہی خوبصورتیوں کا مظہر ہوتی ہیں۔ ایسے ہی انسان خوبصورت معاشروں کو جنم دیتے ہیں، ایسے معاشروں کو جہاں حق وباطل کو ملتبس نہ کیا جا سکے، جہاں حرام کردہ چیزوں کو حلال نہ کیا جا سکے، جہاں مالیاتی اداروں کے سود کو محض ''انٹرسٹ'' کا نام دے کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ برسر پیکار نہ ہوا جا سکے، جہاں ملتِ اسلامیہ کی خدمت کے نام پر فرقہ پرستی کے زہریلے پودوں کی کاشت ناممکن ہو جائے، جہاں رب کریم کی صحیح معرفت رکھنے والے اور احکام الٰہی کے پابند سچے جذبوں سے معمور دل سینوں میں دھڑکتے ہوں، جہاں زندگی کامل اعتدال اور مکمل ہمہ گیری سے مزین ہو، جہاں عبادات کا مقصود تقویٰ ٹھہرے، جہاں جامع مساجد مسلمانوں کو جمع کر رہی ہوں، جہاں بیانِ آیات کا مطلوب لوگوں کو متقی بنانا ہو، تاکہ وہ احکامات خداوندی بجا لا کر منہیات سے اجتناب کرنے والے بن جائیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیتوں کو لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے، تاکہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں۔'' (البقرۃ:187)

اسلام ایک ایسا صالح معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے جہاں ہر گلی، ہر محلے میں دروس قرآن کی محافل میں آیات کو کھول کھول کر بیان کیا جائے، تاکہ ہر ایک پر حق واضح ہو جائے، باطل کے چہرے سے تمام نقاب نوچ لیے جائیں، جہاں نماز رب ذوالجلال کی نافرمانیوں سے روکے اور نفس کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔ فواحش اور منکرات کا خاتمہ ہو جائے، تقویٰ کی خوشبو سے ہر ذہن، ہر دل معطر ہو جائے۔ جہاں خلوتیں بھی تقویٰ کے نور سے منور ہوں، جہاں جلوتیں بھی خوف خدا کی مظہر ہوں، جہاں شبوں کا وجود بھی سحر افروز ہو، جہاں اہل ایمان کے چہرے آداب سحر گاہی کی شبنم سے تابناک ہوں، جہاں عدل کے حریص بھی ہوں، عَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ کے بہترین انجام کے طلب گار اور دنیا وآخرت میں نصرتِ الٰہی کے امیدوار بھی۔ جہاں متقین کا ایسا گروہ، ایسا دیب ہو جو مغفرت اور اس جنت کے حصول کے لئے دوڑ میں شامل ہو چکے ہوں، وہ جنت جس کی وسعتیں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں اور جو صرف متقین کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (آل عمران:133)

''یُصْلِحْ لَکُمْ'' کے نسخہ کیمیا سے اعمال کی درستگی کے خواستگار، وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ کی جوت آنکھوں میں جگائے اَمْرِہٖ یُسْرًا کی نعمتیں سمیٹے، غلبۂ دین کی راہوں میں آگے سے آگے بڑھتے قافلے سب تقویٰ ہی کے ہی تو مظاہر ہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ قرونِ اولیٰ کی تاریخ تو دراصل ہے ہی تقویٰ کے مظاہر کی تاریخ، تو یہ مبالغہ نہ ہوگا بلکہ تاریخی حقیقت کا اعتراف ہوگا۔ تقویٰ کے گوہر یکتا سے امت کا دامن کبھی بھی خالی نہیں رہا۔ آج بھی اسلامی معاشروں میں ایسے متقی افراد کی کمی نہیں جنھوں نے اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ پائے یار پر نچھاور کر رکھا ہے۔

متقی کی اصل نشانی ہی یہ ہے کہ وہ علم کو عمل کے ذریعے پختہ تر کرنے پر یقین رکھتا ہو اور پھر عمل کی بھی اعلیٰ معراج پر۔ ابن مسکویہ (بیروت) نے بہت خوبصورت مثال کے ذریعے تقویٰ کے بغیر مومن کا حال بیان کیا ہے۔ اس نے مثال دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جب گھوڑا اپنا گھوڑپن کھو بیٹھتا ہے اور اس کی طرف سے وہ افعال بروئے کار نہیں آتے جو اس کے بہترین احوال میں بروئے کار آتے جائیں تو پھر اس پر پالان ڈال کر اس طرح استعمال کیا جانے لگتا ہے جس طرح گدھوں کو۔ اسی طرح کا معاملہ شمشیر اور دیگر آلاتِ حرب کا ہے۔ جب وہ اپنے افعال، خاصہ کی بجا آوری میں کوتاہ اور کم عیار ثابت ہوں تو اپنے مرتبے سے گر جاتے ہیں اور کم مرتبے کی چیزوں کی طرح برتے جانے لگتے ہیں۔ تقویٰ کے بغیر زندگیوں کا بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ ع

خوشبو اڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یقیناً جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے (متقی پرہیزگار) ہیں، جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے (بہکاوے کا) آجاتا ہے تو وہ یاد (ذکر الٰہی) میں لگ جاتے ہیں۔ سو یکایک ایسا کرنے سے ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔'' (الاعراف:201)

اس آیت کے حوالے سے ابن کثیرؒ نے ایک متقی نوجوان کا واقعہ نقل کیا ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ کا دور خلافت تھا۔ ایک نوجوان عابد مسجد میں رہا کرتا تھا، اللہ کی عبادت کا بے حد مشتاق۔ ایک عورت نے اس پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیے، یہاں تک کہ اسے بہکا لیا۔ قریب تھا کہ وہ اس کے ساتھ کوٹھڑی میں چلا جائے۔ اچانک اسے یہی آیت یاد آئی اور غشی کھا کر گر پڑا۔ بہت دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو زبان پر اسی آیت کا ورد جاری تھا اور اس قدر اللہ کا خوف اس کے دل میں سمایا کہ اس کی جان نکل گئی۔ اسے رات ہی کو دفن کر دیا گیا۔ اگلے روز خلیفۂ وقت نے اس کے والد سے ہمدردی اور غمخواری کی۔ آپؓ ان کی قبر پر گئے اور آپؓ کے ہمراہ بہت سے صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ سب نے نماز جنازہ ادا کی اور بلند آواز سے قبر پر اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی۔

☆☆☆

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ایکسرے، ای۔ سی۔ جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی اور Lungs Function Tests کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000

خصوصی پیشکش

الٹرا ساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، Lungs Function Tests، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method) مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/2500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:5163924, 5170077 Fax:5162185

Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

کیا امریکہ ”اسلامستان“ کی بنیاد رکھ چکا ہے؟

ایک فکر انگیز تجزیہ

مظہر اے چغتائی

27 مارچ 2009 کو امریکہ کے نئے اور تاریخ ساز سیاہ فام صدر جناب باراک حسین اوباما نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی سلامتی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ”دہشت گردی“ کے خلاف جاری جنگ کے حوالے سے اپنی حکومت کی حکمت عملی (پالیسی) کا اعلان کیا۔ اس موقع پر سفارت کاروں کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ صدر اوباما کے مطابق اس پالیسی کو ترتیب دیتے وقت ملٹری کمانڈرز، اراکین کانگریس، سفارت کاروں، افغانستان اور پاکستان کی حکومتوں، نیٹو ممالک، خطے میں امداد دینے والے ممالک، اور بین الاقوامی اداروں سے مشاورت کی گئی۔ اس لحاظ سے اس پالیسی کو محتاط مگر جامع پالیسی تصور کیا جارہا ہے اور اسے افغانستان۔ پاکستان ("Af-Pak") پالیسی کا نام دیا گیا ہے۔

لیکن مجھے اس پالیسی کا متن پڑھنے کے دوران محسوس ہوا کہ امریکی حکومت کو ظاہری اور باطنی طور پر بہت سی کٹھن حقیقتوں اور چیلنجز کا سامنا ہے۔ جن کا اعتراف ڈھکے چھپے الفاظ میں اس پالیسی میں کیا گیا ہے۔

1۔ افغانستان کی صورت حال انتہائی کشیدہ ("perilous") ہے۔

2۔ طالبان بہت سے نئے علاقوں کو بھی زیرنگوں کر چکے ہیں، جن کی واپسی کابل حکومت اور اتحادی فوج دونوں کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

3۔ طالبان پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبے میں بھی بہت سے علاقوں پر اپنا تسلط رکھتے ہیں۔

4۔ اس وقت امریکی قومی سلامتی (National Security) کا دارومدار افغانستان کی سلامتی پر ہے۔

5۔ عراق جنگ کی وجہ سے افغانستان کو نظرانداز کیا گیا (جس سے پیدا ہونے والی صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لیے شاید کئی دہائیاں درکار ہوں گی)۔

6۔ افغانستان کی حکومت کرپشن اور بدعنوانی پر قابو پانے میں بالکل ناکام ہو چکی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو بنیادی سہولیات پہنچانے میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔

7۔ NATO اتحاد جو ساٹھ برس قبل اس بنیاد پر قائم ہوا تھا کہ رکن ممالک میں سے اگر کسی پر کوئی جارحیت ہوئی تو اُسے تمام رکن ممالک پر حملہ تصور کیا جائے گا لیکن اپنے مقصد اور تعاون کے لحاظ سے یہ اپنی اساس کھو چکا ہے اور اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی جنگ لڑ رہا ہے۔

8۔ امریکی عوام کا ایک بڑا حصہ افغانستان میں امریکی جنگ کے حوالے سے نہایت تذبذب کا شکار ہے۔ (جس سے خود امریکہ کے سیاسی نظام یعنی جمہوریت کو خطرات لاحق ہیں)۔

9۔ اور اس بات کا حقیقی امکان موجود ہے کہ طالبان اور ان کے اتحادی دوبارہ کابل پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

لیکن جاری شدید عالمی معاشی بحران، محدود وسائل (جہاں امریکی بجٹ کا کم از کم تیسرا حصہ قرضوں سے پورا کیا جاتا ہو)، اور ان بیان کردہ رکاوٹوں کے باوجود صدر اوباما کی اس پالیسی میں جارحانہ عنصر کچھ نمایاں تصور کیا جارہا ہے۔ جبکہ اس پالیسی کے دو پہلو ایسے ہیں جو اسے پچھلی حکومت کی پالیسی سے کچھ منفرد بناتے ہیں۔

اول: امریکہ کا اس خطے میں جنگی محور کو اسی تناسب سے بڑھانا جس تناسب سے طالبان (مزاحمت پسند) پیش قدمی کر رہے ہیں۔

اس نقطے کے مطابق امریکی حکومت دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کے حوالے سے اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ افغانستان اور پاکستان کے درمیان ایک گہرا تعلق موجود ہے۔ اس وجہ سے اس خطے کو ایک ہی میدان جنگ تصور کیا جائے گا۔ جیسا کہ صدر اوباما نے اپنی تقریر میں کہا ہے:

It's been more than seven years since the Talibanwere removed from the power, yet war rages on, and insurgents control parts of Afghanistan and Pakistan.

یعنی طالبان دونوں ممالک کے درمیان زمین کے ایک بڑے حصے پر اپنا کنٹرول رکھتے ہیں۔ لیکن امریکی حکومت کے اس نقطہ نظر کو دوسرے رخ سے دیکھا جائے تو یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امریکی حکومت ایک ایسی ریاست کے وجود کو ڈھکے چھپے انداز میں تسلیم کر چکی ہے جو افغانستان اور پاکستان کے مابین موجود ہے۔ اور جس پر دونوں ممالک کی افواج کا کوئی قابل ذکر اختیار و تسلط موجود نہیں ہے۔

اگرچہ اس نئے جغرافیہ کے لیے عام طور پر امریکی عہدیدار "Af-Pak" کی اصطلاح استعمال کر رہے ہیں لیکن شاید اس کے لیے ”طالبانستان“ کی اصطلاح استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ میرے نزدیک "Af-Pak" کی اصطلاح غیر حقیقت پسندانہ اور مبالغہ پر مبنی ہے۔

علاوہ ازیں رواں سال جنوری میں انٹرنیشنل کونسل آن سیکورٹی اینڈ ڈویلپمنٹ نے ایک رپورٹ شائع کی جس میں کہا گیا کہ طالبان افغانستان کے تقریباً 72% علاقہ پر اپنا مکمل قبضہ رکھتے ہیں جو کہ صرف ایک سال قبل یعنی 2008ء میں 54% کے قریب تھا۔ اسی طرح سرحد کی دوسری طرف پاکستان میں مالاکنڈ ڈویژن اور بونیر میں کامیاب آپریشن کے باوجود ابھی بھی FATA کا ہزاروں مربع کلومیٹر کا علاقہ زیادہ تر طالبان کے کنٹرول میں ہے جس کا صدر آصف علی زرداری بھی اعتراف کر چکے ہیں۔

اس طرح طالبان امریکی ریاست ٹیکساس کے تقریباً تین چوتھائی کے برابر خطہ زمین پر اپنا کنٹرول رکھتے ہیں۔

دوم: عراق کی طرح افغانستان میں بھی دشمن (طالبان) کے ان عناصر سے جو مصالحت پر یقین رکھتے ہوں، ہم آہنگی پیدا کرنا تاکہ دشمن کی صفوں کو کمزور تر کیا جاسکے (جنہیں عام طور پر Neo-Taliban یا Good Guys کی اصطلاحوں سے جانا جارہا ہے)۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عراق اور افغانستان کا کچھ بھی موازنہ نہیں ہے مگر اتنا کہ دونوں ممالک میں غیر ملکی افواج موجود ہیں۔ دونوں ممالک کے معروضی حالات، افرادی قوت، حتیٰ کہ تاریخ بھی بالکل مختلف ہے۔ مثال کے طور پر عراق زمانہ وسطیٰ سے ہی بیرونی قوتوں جیسا کہ (سلطنت عثمانیہ اور سلطنت برطانیہ) کے زیر اثر رہا ہے۔ جبکہ افغانستان میں اسکندر یونانی کے وقت سے (تقریباً 323 قبل مسیح) شاید ہی کوئی بیرونی فرمانروا حکومت کر پایا ہو حتیٰ کہ

سلطنت برطانیہ کو اگرچہ بہت سے پشتون قبائل کی حمایت کے باوجود اپنی تینوں بڑی مہمات میں جو کہ 1838ء سے 1920ء تک افغانستان اور وزیرستان میں لڑی گئیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی لیے سلطنت برطانیہ کی آخری مہم کے دوران 1919ء میں کیمونسٹ انقلاب کے بانی لینن (V.I. Lenin) نے افغانستان کو "دنیا کی واحد آزاد مسلم ریاست" قرار دیا تھا اور آج بھی افغانستان اور پاکستان کی قبائلی پٹی "غیر متناسب (Asymmetrical warfare) جنگی حکمت عملی" کے اعتبار سے دنیا کا خطرناک میدان جنگ تصور کیا جاتا ہے جسے خود صدر اوباما بھی تسلیم کر چکے ہیں۔

لبرل جمہوری کیپیٹل ازم اس مرتبہ یورپ میں نہیں ہندوکش میں اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔ جبکہ ہندوکش میں ناکامی کا پہلا نتیجہ ایک ایسی ریاست کی صورت میں سامنے آسکتا ہے جو صحیح معنوں میں اپنے آپ کو ایک اسلامی ریاست "خراسان" یا "اسلامستان" کہلوائے گی

دوسرا یہ کہ اس قسم کی پالیسی امریکی تاریخ میں کچھ نئی نہیں ہے مگر اس کے نتائج نہ صرف امریکیوں کے لیے بلکہ باقی دنیا کے لیے بھی بھیانک جنگوں یا ان کے مضر اثرات کی صورت میں سامنے آچکے ہیں۔ شاید اس کے لیے ماسکو نے طالبان کے ساتھ امریکہ کی اس مصالحتی پالیسی کی شدید مخالفت کی ہے۔ اگر پچھلی صدی کی ہی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس قسم کی تین مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ تقریباً پوری صدی کی تاریخ ہی انہی تینوں مثالوں کے گرد گھومتی ہے۔

(1)۔ پہلی جنگ عظیم کے شروع میں روس میں ایک انقلاب برپا ہونا شروع ہوا جس میں مارچ 1917ء میں نہ صرف زار روس نکولس دوم کی حکومت کا تختہ الٹ دیا بلکہ رومنوف خاندان کے تین سو سالہ اقتدار کا بھی خاتمہ کر دیا۔ بائیں بازو کی ایک جماعت مارکسٹ بالشیوک پارٹی (Marxist Balsheviks Party) نے روسی اقتدار کی باگ ڈور سنبھالی اور کیمونسٹ سوشلزم (Communist Socialism) کی بنیاد ڈالی۔ جس نے اگلے سات عشروں تک لبرل جمہوری کیپیٹل ازم (Liberal Democratic Capitalism) کے ساتھ نظریاتی، عسکری، اور سرحدی محاذوں پر پنجہ آزمائی کی۔ پورا مشرقی یورپ اور وسطی یورپ کے کچھ حصوں کی فتوحات، ویتنام میں کیمونسٹ فورس کی حمایت، انقلاب چین کے لیے نظریاتی اساس، مغرب سمیت دنیا کے بہت سے ملکوں میں کیمونسٹ پارٹیوں اور مزدور تنظیموں کا قیام، اور ایک نصف صدی پر محیط سرد جنگ سب اسی ایک انقلاب کے مرہون منت تھے اور کچھ ہیں۔ لیکن ایک تحقیق کے مطابق یہ انقلاب زیادہ تر امریکی پیسہ سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ جس میں کروڑوں ڈالرز کا سرمایہ برطانیہ کے راستے روس منتقل کیا گیا۔

(2)۔ ہٹلر کے پولینڈ پر حملہ کے تقریباً 8 سال قبل امریکی ایوان نمائندگان کے رکن اور بینکنگ کمیٹی کے چیئرمین لوئس میکفیڈن (Rep. Louis T. McFadden) نے کانگریس کو خبردار کیا کہ امریکی عوام کا پیسہ ہٹلر کو مسند اقتدار پر براجمان کرنے کے لیے خرچ کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا:۔

"Through the Federal Reserve Board ... over $30 billions of American money ... has been pumped into Germany ... you have all heard of the spending that has taken place in Germany ... modernistic dwellings, her great planatariums, her gymnasiums, her swimming pools, her fine public high ways, her perfect factories. All this was done on our money. All this was given to Germany through the Federal Reserve Board."

اگرچہ ہٹلر کے اقتدار میں آنے کے تاریخ سمیت بہت سے عناصر بھی تھے مگر امریکی پیسے کا کردار بھی بہت اہم تھا۔ جبکہ نتیجہ ایک ایسے مد مقابل نظام "نیشنل سوشلزم" (National Socialism) کی صورت میں سامنے آیا جس نے بارہ سال تک لبرل کیپیٹل ازم کے ساتھ پنجہ آزمائی کی اور جنگ عظیم اول کے صرف اکیس سال بعد دوسری جنگ عظیم کا سبب بنا۔ اس ہولناک جنگ میں بشمول جرمنی کے پورے کا پورا براعظم یورپ کھنڈرات میں بدل گیا۔ دسیوں لاکھ افراد جن میں زیادہ تر یہودی تھے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے لیکن دوسری طرف سلطنت برطانیہ کا بھی شیرازہ پارہ پارہ ہو گیا اور بہت سے نئے ممالک دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوئے جن میں دنیا کا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا مسلم ملک پاکستان بھی ہے۔

(3)۔ دسمبر 1979ء میں سوویت یونین کے افغانستان پر حملے کے بعد امریکہ نے اس خطے کے اہم اتحادیوں سعودی عرب، پاکستان، اور مصر کے ساتھ مل کر کیمونسٹ سوویت کے خلاف مجاہدین کی مدد کے لیے ایک بڑے پروگرام کا آغاز کیا جو عملی اور نظریاتی دونوں بنیادوں پر بنایا گیا تھا۔ عملی اس لحاظ سے کہ سوویت فوج اور پی ڈی پی اے (Peoples Democratic Party of Afghanistan) کی کیمونسٹ حکومت کے خلاف مجاہدین کی طاقت کو مضبوط تر کرنا۔ جبکہ نظریاتی اس لحاظ سے کہ کیمونسٹ سوشلسٹ نظریات کا قلع قمع کرنا۔ اس مقصد کے لیے وہابی مکتب کو سب سے بڑا اثاثہ سمجھا گیا۔ اس طرح افغان مجاہدین امریکی مفادات کے بالکل برعکس مگر امریکی پیسے سے ہی خلافت کے ایجنڈے کے ساتھ منظر عام پر آئے۔ چنانچہ دس سالہ جنگ کے دوران مجاہدین نے تقریباً 3.5 بلین ڈالر کا امریکی اسلحہ اور دیگر امداد CIA سے حاصل کی۔ جن میں اسٹنگر میزائل سرفہرست تھے جبکہ کچھ مجاہدین کی تربیت بھی امریکی اور برطانوی ایجنسیوں کے ذریعے امریکی سرزمین پر ہوئی۔ آخرکار اپریل 1988ء میں سوویت یونین کے اس وقت کے صدر میخائیل گورباچوف نے جنیوا میں اقوام متحدہ کے ساتھ ایک دستخط کیے جس کے تحت سوویت یونین کی ایک لاکھ سے زائد فوج کا انخلا صرف دس ماہ کے مختصر عرصہ میں عمل میں لایا گیا۔ جبکہ اس جنگ میں سوویت فوج کو اٹھائیس ہزار کے قریب جانی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ یہ ایک عظیم تاریخی واقعہ تھا جس کے بعد دو سال کے عرصہ میں سوویت یونین کی سوشلسٹ سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ دیوار برلن گرا دی گئی۔ وارسا پیکٹ (Warsa Pact) زمیں بوس ہو گیا۔ مشرقی یورپ، سنٹرل ایشیا، بالٹک اور کوہ قاف کے جنوبی علاقے سوویت یونین سے ٹوٹ کر بہت سی علیحدہ ریاستوں کی صورت میں دنیا کے نقشے پر نمودار ہوئے۔ جبکہ خود سوویت یونین کے مرکز یعنی روس میں کیمونسٹ سوشلزم کی جگہ کیمونسٹ کیپیٹل ازم نے لے لی۔ ادھر امریکہ میں سوشلزم کی اس شکست کو کیپیٹل ازم کی ایک بڑی فتح قرار دیا گیا اور افغانستان کو سوویت یونین کے ویتنام سے تشبیہ دی گئی۔ اس کے علاوہ امریکی خفیہ ادارے CIA کے اس ایکشن کو امریکی تاریخ کا سب سے بڑا اور کامیاب ایکشن جانا گیا۔ جبکہ دوسری جانب اسلامی دنیا میں مجاہدین کی اس فتح کو اسلامی تاریخ کی بہت بڑی فتح قرار دیا گیا۔ جس میں ایک کم وسائل کی حامل اسلامی قوت نے کئی صدیوں کے بعد کسی غیر اسلامی، عظیم طاقت کو شکست سے دوچار کیا۔ جنگ کے بعد افغان مجاہدین، جنہوں نے

جنیوا معاہدے کو ماننے سے انکار کر دیا تھا 1992ء میں نجیب اللہ کی کمیونسٹ حکومت کا خاتمہ کر کے کابل پر قبضہ کر لیا۔ اور صرف چار سال کے مختصر عرصے کے اندر 95% افغانستان پر طالبان کی حکومت قائم کر دی، جو گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے افغانستان پر حملہ کے نتیجے میں دسمبر 2001ء تک قائم رہی۔ لیکن یہ عظیم تاریخ یہیں پر ختم نہیں ہوئی۔ اگرچہ دو ماہ کے قلیل عرصے میں ایک بڑا فوجی اور سیاسی مقصد حاصل کر لیا گیا، جو کہ طالبان کو اقتدار سے ہٹانے کے لیے تھا۔ دسمبر 2001ء تک افغانستان کے بڑے شہر مزار شریف سے لے کر قندھار تک جو کہ طالبان کا ہیڈ کوارٹر تھا، اتحادی فوج کے قبضے میں تھا۔ لیکن دوسری طرف طالبان کی یہ حیران کن پسپائی حربی ماہرین کی نظر میں ایک جنگی حکمت عملی جانی گئی، جسے بعد میں سامنے آئے حالات نے درست ثابت کر دیا۔ جیسا کہ اوپر ICOSD کی رپورٹ کا ذکر کیا گیا ہے جس کے مطابق طالبان تقریباً 72% افغانستان کو اپنے قبضے میں واپس لے چکے ہیں جسے میں "طالبانستان" کہہ چکا ہوں۔ تاہم اس ساری صورت حال کی ذمہ داری میرے نزدیک بذات خود امریکہ اور کرزئی حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ کرزئی حکومت پر اس لیے کہ افغانستان جہاں دس میں سے سات افراد ایک ڈالر فی یومیہ کے حساب سے شدید غربت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں وہیں صدر حامد کرزئی کے ایک سابق وزیر خزانہ اشرف غنی نے اپنی حکومت کا شمار دنیا کی پانچ بدعنوان ترین حکومتوں میں کیا ہے۔ جبکہ امریکہ اس لیے کہ عراق جنگ (2003ء) سے لے کر NATO سے صرف فوجی تربیت کاروں کی عدم دستیابی تک بہت سے ایسے عناصر ہیں جو صورت حال کی اس قدر سنگینی کا باعث بنے۔ مثال کے طور پر بش انتظامیہ نے افغان فوج کی تیاری کے لیے کوئی سنجیدہ اور باقاعدہ اقدام افغان جنگ کے آغاز سے کوئی چھ برس بعد 2007ء میں اٹھایا، جو اکیسویں صدی کے اس نئے انداز جنگ میں جہاں اکثر جنگیں گوریلا نوعیت کی اور دہائیوں میں لڑی جانے والی ہوں گی وہاں اس قسم کی کوتاہی کا نتیجہ شکست کے علاوہ شاید ہی کچھ اور ہو سکتا ہو۔ اس کے علاوہ خود صدر اوباما اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ افغانستان میں جنگ جیت کی طرف نہیں بڑھ رہی ہے جبکہ صدر اوباما کے ہی نیشنل سیکورٹی ایڈوائزر جنرل جم جونز (Gen. Jim Jones) اس جنگ کی اہمیت کو بالکل واضح کر چکے ہیں کہ "America can not afford to lose in Afghanistan"۔ اگر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو جنگ میں شکست کا سامنا ہوا تو یہ رشین کمیونسٹ سوشلزم یا جرمن نیشنل سوشلزم کے قیام کی طرح کا مگر نظریاتی سطح پر ان دونوں سے بالکل مختلف اپنی نوعیت کا ایک عظیم واقعہ ہوگا۔ اس لیے میرے نزدیک لبرل جمہوری کیپٹل ازم اس مرتبہ یورپ میں نہیں بلکہ کمیونسٹ سوشلزم کی طرح ہندو کش میں اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔ جبکہ ہندو کش میں ناکامی کا پہلا نتیجہ ایک ایسی ریاست کی صورت میں سامنے آسکتا ہے جو صحیح معنوں میں اپنے آپ کو ایک اسلامی ریاست کہلوائے گی۔ اور شائد اپنے آپ کو "خراسان" یا "اسلامستان" کہلوائے گی۔ کیونکہ مزاحمتی خطے میں موجود مزاحمت پسند (طالبان) کبھی بھی نیشنلزم کے حامی نہیں رہے ہیں۔

لیکن اس خطے کی شاندار تاریخ کے باوجود یہاں کے لوگوں میں کچھ کمزوریاں بھی موجود ہیں۔ افغانستان ایک قبائلی سرزمین ہے۔ اس لحاظ سے یہاں کی سب سے بڑی کمزوری قبائل کے درمیان اتحاد کی کمی رہی ہے اور یہی صورت حال پاکستان کی قبائلی پٹی کی بھی ہے۔ جہاں محسود قبائل کی وزیر قبائل سے دشمنی بہت مشہور ہے جو کہ صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ بلکہ یہ مزاحمت پسند قوتیں ہمیشہ نیشنلزم کے خلاف برسرپیکار رہی ہیں۔ تاریخ میں صرف ایک چیز جو اس خطے کو متحد کرنے کا سبب بنی ہے وہ اسلام ہے جس کا مظاہرہ بیسویں صدی کی دونوں بڑی افغان جنگوں، جو برٹش اور رشین ایمپائر کے خلاف لڑی گئیں میں دیکھنے کا موقع ملا۔ 1921ء میں Operation in Waziristan 1919-20 کے نام سے جنرل سٹاف، آرمی ہیڈ کوارٹرز برٹش انڈیا کی طرف سے ایک کتاب شائع کی گئی۔ جس میں اس پہلو کو وزیرستان کے حوالے سے بیان کیا گیا۔ جو آج بھی نہ صرف وزیرستان بلکہ پورے خطے پر لاگو ہوتا ہے۔

"It is to remember, however, that a wave of fanaticism or the rise to power of some commanding personalities may at any time cause Mahsuds and Wazirs to sink their differences and affect a formidable combination against us."

اگر کیپٹل ازم کی پچھلی ڈیڑھ صدی کا جائزہ لیا جائے تو اسے میرے نزدیک تین بڑے ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور جو 1871ء سے 1945ء تک مشتمل تھا۔ جس میں نیشنل سوشلزم نے وقتاً فوقتاً کیپٹل ازم کو چیلنج کیے رکھا۔ تاریخ میں اس دور کو "German Reich" کا نام دیا جاتا ہے۔ جس میں چھوٹی بڑی نو آبادیاتی جنگوں کے علاوہ دو عظیم جنگیں بھی لڑی گئیں۔ تاہم نیشنل سوشلزم کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جبکہ دوسرا دور جو 1917 سے 1991ء تک مشتمل تھا اس میں کمیونسٹ سوشلزم نے جمہوری کیپٹل ازم کو چیلنج کیے رکھا۔ 1991ء میں سوویت یونین کے خاتمے کے بعد یہ دور بھی اپنے نظریات کے ساتھ منطقی انجام کو پہنچ گیا۔ اس دور میں بھی چند پراکسی جنگوں کے علاوہ ایک بڑی معاشی جنگ (سرد جنگ) بھی لڑی گئی اور آخر میں تیسرا دور جو پہلی عراق جنگ (1991ء) سے جاری ہے جس کے بارے میں پروفیسر ہنٹنگٹن (Samuel P. Huntington) کا خیال ہے کہ یہ تہذیبوں کے درمیان تصادم (The Clash of Civilization) کا دور ہے۔ جبکہ میرا خیال اس سے کچھ مختلف ہے۔ میں اس تصادم کو نظاموں کے مابین تصادم کی شکل میں دیکھ رہا ہوں جو کہ دین واحد اسلام اور لبرل جمہوری کیپٹل ازم کے مابین جاری ہے۔ لیکن اس وقت صورت حال پچھلے ادوار کے مقابلے میں کچھ مختلف ہے۔ لبرل جمہوری کیپٹل ازم اس وقت لائف سپورٹ مشین پر ہے۔ جس میں مختلف طرح کے Stimulus انجیکٹ کیے جا رہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف امریکہ اور برطانیہ جن کے ہاتھوں میں لبرل جمہوری کیپٹل ازم کی باگ ڈور ہے، اس وقت اس نئے تصادم کے جنگی میدانوں یعنی افغانستان اور عراق میں شدید مزاحمت کا سامنا کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود اس تصادم کا دائرہ وسیع ہونے کے اشارے مل رہے ہیں۔ لیکن ایک بات واضح ہے کہ Anglo-Americans تاریخ کے اس موڑ پر پہنچ چکے ہیں جہاں انہیں بہت ہی عظیم فیصلے کرنا ہوں گے۔

تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم اسلامی "سیالکوٹ جنوبی" میں جناب عبدالقدیر بٹ کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم سیالکوٹ جنوبی میں امیر کے دو سال پورے ہونے پر تقرر امیر کے لیے ناظم حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کی جانب سے رفقاء کی موصولہ آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 13 اگست 2009ء میں مشورہ کے بعد جناب عبدالقدیر بٹ کو مذکورہ تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ سرحد شمالی میں جناب احسان الودود کا بطور ناظم تقرر

امیر حلقہ سرحد شمالی جناب گل رحمٰن کی سفارش پر امیر محترم نے جناب احسان الودود کو یکم ستمبر 2009ء سے حلقہ سرحد شمالی کا ناظم مقرر فرمایا۔

رمضان قرآن کا مہینہ ہے

قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھیے

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

رمضان اور قرآن کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ اس طرح رمضان قرآن کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔ قرآن کی اس سالگرہ کو منانے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ قرآن کی درس و تدریس کا اہتمام کیا جائے۔ عام رویہ یہ ہے کہ لوگ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دن کے اکثر اوقات تلاوت میں گزارتے ہیں۔ اس طرح بیشتر لوگ اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے رمضان کے دوران اتنے قرآن ختم کیے۔ مگر یہ رویہ قابل اصلاح ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تلاوت قرآن پر ہر ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور اس طرح تلاوت کرنے والا ڈھیروں نیکیاں کما لیتا ہے۔ مگر ایسا شخص یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ کی کتاب، کتابِ ہدایت ہے۔ اس کو سمجھ کر پڑھنا بھی ضروری ہے، تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کیا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے۔ اُس کی رضا والے کام کون سے ہیں اور کن کاموں سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ جب انسان سمجھ کر قرآن پڑھے گا تو قدم قدم پر اُسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہوگا۔ اُسے معلوم ہوتا جائے گا کہ کہاں کہاں اُس کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے اور کون سے کام ہیں جن کو صحیح طور پر انجام دے رہا ہے۔ جس نے رمضان میں دس مرتبہ قرآن ختم کیا یقیناً اُس نے بہت نیکیاں کما لیں، اور اجر وثواب کا مستحق ہوگیا، لیکن اگر اُس کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ شرک سے بچنا کتنا ضروری ہے اور وہ اتنی کثیر تعداد میں قرآن پڑھنے کے باوجود مشرکانہ عقائد اور شرکیہ کاموں سے بے خبر رہا تو اُسے صرف قرآن مجید کی تلاوت سے مطمئن نہیں ہوجانا چاہیے۔ پس سمجھ لینا چاہیے کہ اُسے قرآن کی تلاوت کا ثواب تو ضرور ہوگا، مگر سمجھ کر نہ پڑھنے سے قرآن کا حق پورے طور سے ادا نہ ہوگا۔

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے۔ یہ صرف علماء کے پڑھنے اور سمجھنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اس کتاب کو لوگوں تک پہنچایا اور من وعن قائم رکھا، تاکہ سب لوگ اس کو سمجھ کر پڑھیں اور اللہ کے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش میں لگے رہیں۔ اگر لوگ اپنی زندگیوں کو قرآنی تعلیمات کے مطابق ڈھال لیں تو معاشرہ جنت نظیر بن جائے، ہر جگہ امن کا دور دورہ ہو اور زندگیوں میں سکون آجائے، جرائم کا خاتمہ ہو جائے، بے پردگی، بے حیائی اور گناہ کے کام ختم ہو جائیں۔ ہر شخص اپنے فرائض سے آگاہ ہو جائے۔ اُس کے دل میں اللہ کا خوف اور آخرت کے حساب کتاب کا منظر اُس کی آنکھوں کے سامنے مستحضر رہے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہوگا جب انسان سمجھ کر قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا۔ ظاہر ہے کہ سمجھ کر پڑھنے میں تو وقت زیادہ لگے گا۔ اور جتنی دیر میں ایک آیت مطلب سمجھ کر اور غور کر کے پڑھی جائے گی اتنی دیر میں بغیر سمجھے کئی سورتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ تو ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے رویے میں تبدیلی کرے اور رمضان المبارک میں خاص طور پر قرآن کی آیات سمجھ کر پڑھنے کا پروگرام بنائے۔

بغیر سمجھ کر قرآن مجید کی تلاوت بلا شبہ کارِ ثواب ہے لیکن قرآن سے ہدایت تو تبھی ملے گی جب اُسے سمجھ کر پڑھا جائے گا۔ اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ قرآن مجید ضابطۂ حیات ہے اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا مطلوب و مقصود ہے۔ جب قرآنی تعلیمات سے آگاہی ہی نہ ہوئی تو عمل کرنے کا داعیہ کیسے پیدا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عالم کا درجہ عابد پر اس طرح ہے جیسا میرا درجہ تم میں سے کسی ادنیٰ پر۔ کوئی ادنیٰ بلکہ اعلیٰ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے تو اب عالم کا مقام سمجھا جا سکتا ہے۔ عالم کون ہے؟ عالم وہ ہے جسے قرآن کا علم حاصل ہے اور وہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہے اور دوسرے بھی اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں، جب کہ عابد کی عبادت اُس کی ذات کے لیے نفع بخش ہے، وہ بھی اس صورت میں جب عابد کی زندگی کے شب و روز قرآنی تعلیم کے مطابق گزر رہے ہوں۔ اگر عابد نمازیں پڑھ رہا ہے، درود و وظائف میں مشغول ہے، اُس کا بیشتر وقت اللہ کی یاد میں گزر رہا ہے، وہ قرآن کی کثرت سے تلاوت کر رہا ہے اور قرآن مجید میں جھوٹ سے باز رہنے، وعدہ پورے کرنے، غیبت سے بچنے کے احکام پر مشتمل قرآن کے الفاظ پڑھ تو رہا ہے مگر نہ اُن آیات کا مطلب سمجھ رہا ہے اور نہ ہی اُن پر عمل کر رہا ہے تو کیا وہ فائدے میں رہے گا؟ گویا اُس کی زبان تو تلاوت کی حلاوت محسوس کر رہی ہے، مگر عمل الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہے۔

یہاں کہا جا سکتا ہے کہ قرآنی تعلیمات تو علماء کی تقریروں، وعظ و نصیحت کی محفلوں اور جمعوں کے خطبوں کے دوران انسان کو معلوم ہو جاتی ہیں اور اس طرح کوئی شخص اسلامی احکام سے بے خبر نہیں رہتا مگر اس سارے علم کی حیثیت تو خبر کی سی ہے کیونکہ ”شنیدہ کے بود مانند دیدہ“۔ سنا ہوا دیکھے ہوئے کی طرح کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ ایک انسان کی بتائی ہوئی بات ہوگی۔ مگر انسان جب اپنی آنکھوں سے اللہ کا حکم قرآن میں دیکھ لے گا تو وہ آسانی سے اس کے خلاف عمل کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب وہ اللہ کی نافرمانی کا ذکر قرآن میں دیکھے گا اور اس نافرمانی پر اللہ کے عذاب کی وعید اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا تو وہ کیونکر ایسی نافرمانی کرنے پر کمربستہ رہے گا۔

اپنی زندگی کو سیدھے راستے پر ڈالنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید کی تلاوت سمجھ کر کریں۔ رمضان شریف کے دوران اگر قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اُس کی چند سورتیں بھی غور و تدبر کے ساتھ پڑھ لیں، تو یہ تدبر قرآن کے حق کی ادائیگی کا ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ قرآن کا حق صرف یہی نہیں کہ اُس کی تلاوت کی جائے بلکہ تلاوت کے علاوہ اُس کا بڑا حق یہ ہے کہ اُسے غور و فکر کے ساتھ پڑھا جائے اور اُس کو اپنے اعمال کی بنیاد بنایا جائے، ورنہ اندیشہ ہے کہ اللہ کے رسول رحمۃ للعالمین ہونے کے باوجود اللہ کے حضور یہ شکوہ کریں گے کہ ”اے میرے پروردگار! میری قوم کے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس قرآن سے منہ موڑ رکھا تھا۔“ (الفرقان 30:) یعنی نہ اس کو سمجھنے کی کوشش کی اور نہ اسے عملی زندگی میں اختیار کیا۔

آیئے، عہد کریں کہ ذوق و شوق سے تلاوت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھیں گے اور اس سے ہدایت حاصل کریں گے۔

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم اسلامی، عمر 28 سال، تعلیم میٹرک، گورنمنٹ ملازم، (ذاتی رہائش) کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ رفیقہ تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0313-4288704

غزوۂ بدر ـــــ یوم الفرقان

"یوم بدر" 17 رمضان المبارک کے حوالے سے خصوصی تحریر

عتیق الرحمٰن صدیقی

الفرقان، یہ فرق سے ابلغ ہے کیوں کہ یہ "حق و باطل کو الگ الگ کر دینا" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ اسم صفت ہے، مصدر نہیں ہے۔ فرق کا لفظ عام ہے جو حق کو باطل سے الگ کرنے کے لیے ہی آتا ہے اور دوسری چیزوں کے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے۔ سورۂ انفال میں فرمایا گیا "مومنو! اگر تم خدا سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے امرِ فارق پیدا کر دے گا۔" یہاں فرقان سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے دلوں کے اندر نور اور توفیق پیدا کر دے گا، جس کے ذریعے تم حق و باطل میں تمیز کر سکو گے۔

قرآن نے یوم الفرقان اس دن کو کہا ہے جس روز کہ حق و باطل اور صحیح و غلط کے مابین فرق و امتیاز ظاہر ہوا۔ فرمایا: "اگر تم ایمان لائے ہو، اللہ پر اور اس چیز پر جو فیصلہ کے روز یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی (تو یہ حصہ بخوشی ادا کرو) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (الانفال:41) اس آیت کریمہ میں الفرقان سے جنگ بدر کا دن مراد ہے، کیوں کہ وہ تاریخ اسلام میں پہلا دن ہے جس میں حق و باطل میں کھلا کھلا امتیاز ہو گیا تھا۔ (مفردات القرآن) کلام الٰہی بھی فرقان ہوتی ہے کیونکہ وہ حق اور باطل عقائد میں فرق کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں تورات اور انجیل کو بھی فرقان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں فرمایا گیا "روزوں کا مہینہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کا راہ نما ہے اور جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے" (البقرہ)

مکہ مکرمہ میں تیرہ سال کی زندگی مٹھی بھر مسلمانوں پر بڑی بھاری تھی۔ مشرکین نے دردناک اور ہوش ربا مظالم ڈھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ہر اوچھا ہتھکنڈا اور حربہ آزمایا گیا۔ جبر و قہر کا ہر انداز اپنایا گیا۔ اللہ کی زمین کشادہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کی مختصر سی جماعت پر تنگ کر دی گئی۔ دوسری طرف مظلوم مسلمانوں نے صبر و عزیمت اور استقامت و للٰہیت کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ مصائب و شدائد کو برداشت کیا اور پھر وہ مرحلہ آیا کہ مسلمان اپنے عزیز و اقارب، وطن عزیز اور مال و متاع غرضیکہ سب کچھ چھوڑنے پر تیار ہو گئے۔ یہ ہجرت اللہ کی خوشنودی کے لیے تھی، اللہ، رسولؐ کی محبت غالب تھی۔

زبان حال و قال سے اہل ایمان یہ کہہ رہے تھے ۔

لیکن اے احمد مجتبیٰ ختم رسل، شہ ہدیٰ
صدر نشیں بزم حق، نوع بشر کے رہنما
میرے وطن کی آبرو، میرے وطن کا اعتلا
میرے وطن کی مصلحت میرے وطن کا ارتقاء
مجھ کو یہ سب عزیز ہیں تو ہے تمام سے عزیز

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچنے پر بھی مشرکین مکہ کی معاندانہ روش اور ان کے سازشی طرز عمل میں کوئی فرق رونما نہ ہوا۔ وہ مسلسل ایمان والوں کے درپے آزار رہے۔ دراصل مشرکین مکہ کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ مسلمان مدینہ منورہ میں ایک ایسی طاقت کی حیثیت اختیار کر لیں جو ان کے اثر و اقتدار اور ان کے جاہلی تصورات کے لیے ایک خطرہ بنی رہے اور شام کو جانے والی شاہراہ ان کی زد میں رہے اور ان کی معاشی و اقتصادی تباہی کا موجب بن جائے۔ چنانچہ وہ اپنی گھٹیا اور گھناؤنی سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ منافقین سے اُن کا در پردہ میل جول اور نامہ و پیام بھی موجود تھا۔ آتش عداوت بھڑکانے کے لیے متعدد دوسرے عوامل بھی کارفرما رہے۔ شام سے مکہ آنے والا تجارتی قافلہ جو ساز و سامان سے لدا پھدا ہوا تھا۔ اس کے واپس پہنچنے کے خدشہ نے بھی ایک ہیجان اور اضطراب پیدا کیا، ایک ایمرجنسی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ غیظ و غضب کے عالم میں سامان حرب و ضرب اکٹھا ہوا اور مشرکین قریش مسلمانوں کو سبق سکھانے کے لئے بڑے طمطراق سے مکہ سے روانہ ہوئے۔ مشرکین کا ہر سپاہی زرہ پوش تھا۔ سات سو اونٹوں اور تین سو گھوڑوں سمیت ساڑھے نو سو مردان جنگی اپنی منزل کی جانب رواں ہوئے۔

دوسری طرف مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں قلت تعداد اور سامان کی کمی کے باوجود اللہ کے آسرے پر مدینہ سے نکل پڑے، تین سو دس کے لگ بھگ افراد، دو تین گھوڑے اور ستر کے قریب اونٹ تھے۔ جب حضورؐ نے مدینہ سے نکلنا چاہا تو مسلمانوں کا ایک گروہ ہچکچا رہا تھا کہ یہ تو موت کے منہ میں جانے کے مترادف ہے۔ قرآن حکیم نے اس صورت حال کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

"جیسا کہ تیرا رب تجھے حق کے ساتھ گھر (مدینہ) سے نکال لایا تھا اور بے شک مومنوں کا ایک گروہ ناخوش تھا۔ وہ اس حق کے معاملے میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے، دراں حالیکہ وہ صاف صاف ظاہر ہو چکا تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ گویا وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اور وہ اس کو دیکھ رہے ہیں۔ یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہیں مل جائے گا، تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمہیں ملے مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔" (الانفال)

مختصراً قرآن حکیم کی یہ شہادت برہان قاطع ہے۔ اس میں کچھ اصحاب کی ناخوشی کا تذکرہ بھی موجود ہے اور اللہ کے ارادہ کا واضح اعلان بھی موجود ہے۔

ظاہر ہے کہ نبی اللہ کے ارادے کی اطاعت اختیار کرنے کا ہی پابند ہے۔ حضورؐ کا ارادہ کفار کی ریشہ دوانیوں سے نپٹنے کا تھا اور لشکر قریش سے ٹکر لینے کا تھا۔ مہاجرین اور انصار کی اکثریت نے بھی رسول اللہ ﷺ کی رائے سے مکمل اتفاق کیا اور صاف طور پر کہہ دیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! ہم وہ نہیں ہیں، جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ کہہ دیں تو اور تیرا رب جا کر لڑیں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے لڑیں گے اور آپؐ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔" چنانچہ 17 رمضان المبارک 2ھ کو میدان بدر میں تین سو تیرہ نفوس قدسی دشمنان حق کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔ جوش ایمان اور شوق شہادت کے نشہ سے سرشار مردان کار نے مشرکین مکہ پر ایسا حملہ کیا کہ ان کے قدم ڈگمگا گئے۔ مشرکین کے بڑے بڑے

سردار واصل جہنم ہوئے اور اہل ایمان فائز المرام ہوئے۔ یہ ایک عظیم معرکہ تھا جس سے حق و باطل کے مابین ایک بیّن فرق رونما ہوا۔ اللہ نے اہل حق کو فتح سے نوازا اور بدر کے دن کو الفرقان کہا۔ اسلامی تاریخ کا یہ ایک نہایت اہم موڑ ہے جب کہ حق اور سچ کو واضح برتری حاصل ہوئی اور ایک مختصر سا کاروان عزیمت اور قافلۂ سخت جاں جو ننھے منے پودے کی شکل میں تھا۔ ایک تناور درخت بنتا چلا گیا اور شب دیجور کی آہنی کڑیاں کٹتی چلی گئیں اور پھر فتح مکہ کے بعد ایک اجالا چار سو پھیل گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس عظیم معرکہ کے دن کو "یوم الفرقان" کہا ہے۔ اس نے اہل ایمان کے ایمان کو بھی جانچا۔ ان کا لشکر تو کمزور تھا اور مزید یہ کہ وہ متذبذب بھی تھا، مگر اللہ نے اسباب فراہم کیے کہ اہل حق کامیاب و کامران ہوئے۔ اس دن اہل ایمان نے ثابت کر دیا کہ مضبوط رشتہ صرف اسلام کا رشتہ ہے۔ اہل ایمان کے اعزہ و اقارب ان کی تلواروں کی زد میں آئے اور وہ خونی رشتہ کو خاطر میں نہ لائے۔ قریش کا یہ زعم باطل ہو گیا کہ وہ حق پر ہیں اور وہ اس عذاب سے بھی دوچار ہو گئے جس کا مطالبہ وہ دن رات کرتے تھے۔ کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود شکست سے ان کا غرور خاک میں مل گیا۔ ان کے اعصاب جواب دے گئے اور ان کی طاقت کا سارا نشہ اتر گیا۔ اہل حق کا جذبہ فدویت کام آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی خشوع و خضوع کے ساتھ کی جانے والی دعا نے اثر دکھایا۔ اللہ نے فرشتے بھیج کر اپنے بندوں کی مدد کی۔ یہ بندے درویش خدا مست تھے۔ انہیں شراب و کباب اور رقص و سرود سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ تمرد و سرکشی اور غرور و نخوت سے انہیں کوئی نسبت نہ تھی۔ ان کا نیاز شوق حسن جاوداں کے لیے خاص تھا۔ ان کی زبانیں ذکر الٰہی سے تر تھیں۔ توکل علی اللہ اور اخلاص و للّٰہیت نے ان کی شانوں اور عظمتوں کو دوبالا کیا اور وہ ہمیشہ کے لیے سرخ رو ہو گئے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

❖ تنظیم اسلامی سمن آباد کے مبتدی رفیق آفتاب احمد کی والدہ اور ملتزم رفیق تنویر حسین کی خوش دامن انتقال فرما گئیں

❖ تنظیم اسلامی حلقہ سرحد جنوبی کے مبتدی رفیق قاری فیض الرحمٰن کے والد وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بقیہ: کالم آف دی ویک

قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 59 کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں"۔

منکم کا ترجمہ "تم میں سے" متفق علیہ ترجمہ ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اس آیت کی عجیب و غریب تاویل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔" (ضرورۃ الامام، ص 23)

میں راجہ فتح خاں صاحب کو دو نمبر سامراج دشمن (pseudo anti-imperialist) نہیں کہوں گا کیوں کہ وہ جماعت احمدیہ کے وکیل صفائی کا کردار اس گٹھ جوڑ کے تحت ادا کر رہے ہیں جو کمیونسٹوں، قادیانیوں، اور لبرلز (liberals) میں ہے۔ اس گٹھ جوڑ کی بنیاد طرز فکر اور مفادات کی ہم آہنگی ہے۔ جماعت احمدیہ کو بائیں بازو کے سیاسی رہنماؤں اور دانش وروں میں خاصے ہمدرد مل گئے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے پرجوش وکیل صفائی کا کردار ادا کرتے ہوئے راجہ فتح خاں صاحب نے تاریخ سے فریب کیا ہے۔ (بشکریہ نوائے وقت)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

رجوع الی القرآن کورسز (پارٹ I&II)

میں داخلے کے لیے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں!

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' ان کورسز کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ طلبہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کورسز کو دو دو سمسٹرز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

انٹرویو: 3 اکتوبر 2009ء صبح 10 بجے
اور
کلاسز کا آغاز: 5 اکتوبر 2009ء سے ہوگا

نصاب (پارٹ I)

1. عربی صرف و نحو
2. ترجمہ قرآن (تقریباً پانچ پارے)
3. آیات قرآنی کی صرفی و نحوی تحلیل (تقریباً دو پارے)
4. قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی (منتخب نصاب قرآن)
5. تجوید و حفظ
6. مطالعہ حدیث
7. اصطلاحات حدیث
8. اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II)

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعہ حدیث
3. فقہ
4. اصول تفسیر
5. اصول حدیث
6. اصول فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان و ادب
9. عالم اسلام اور احیائی تحریکیں: (ایک تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ)
10. اضافی محاضرات

نوٹ: پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے۔

کورسز کے تفصیلی پراسپکٹس درج ذیل پتہ سے حاصل کریں:

ناظم شعبہ تدریس
قرآن اکیڈمی
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
email:irts@tanzeem. org

ترجمہ: محمد فہیم

جمہوریت اور آزادی کے نام پر

عیسائیت کے غلبے کی جنگ

Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade

کا قسط وار اُردو ترجمہ

مستقبل کے ان معرکوں کی تیاری کے طور پر اس ہمہ جہتی مذہبی محاذ نے طاقت کے تمام شعبوں میں تک رسائی کے لیے منصوبہ بندی کی ہے، جس میں اہم ترین شعبہ ''تھنک ٹینکس'' ہیں۔ مذہبی فرنٹ کے متعلق پوری معلومات رکھنے والے ایک اطالوی دانشور مارکو اسپنٹی کا ایک مضمون "New theologies: The Dawning of The Newconservative Era in the United States" (مطبوعہ روزنامہ ''IL Foglio'' 19 ستمبر 2003ء) امریکہ میں سیاسی محاذ پر مصروف نیو کنزرویٹوز کے اثر رسوخ پر روشنی ڈالتا ہے۔ مضمون نگار صرف ایک تھنک ٹینک میں نیو کنزرویٹوز کی تعداد اور اثر رسوخ کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے: ''آج رابرٹ بورک امریکن انٹر پرائز انسٹی ٹیوٹ واشنگٹن ڈی سی میں بحیثیت سینئر فیلو موجود ہے۔ اس کے ساتھ والٹر برنز، لینی وی چینی، ڈیوڈ فرم، نیوٹ گنگرچ، جے کرک پٹرک، ارونگ کرسٹل، مائیکل لاڈن، جوشوا موراچک، مائیکل نواک، رچرڈ پرلے اور بن جے واٹنبرگ بھی براجمان ہیں''۔ اسلام مخالف ''پروپیگنڈا وار لارڈ'' ڈینئل پئس کا یو ایس انسٹی ٹیوٹ آف پیس میں تقرر بھی اس گیم کا حصہ ہے۔ مذہبی محاذ کا تھنک ٹینکس کے اندر مضبوط کردار کلیسا کو جمہوریت کے نام پر صلیبی جنگ کے علمبردار کی حیثیت دیتا ہے۔ کیونکہ جمہوریت کے عنوان پر اس جنگ کی ''معقولیت'' کو لوگوں کو باور کرانا بہت آسان ہے، اور فی الواقع عوام کی نظروں میں اسے اتنا قابل قبول بنا دیا گیا ہے کہ وہ اب اس کے خلاف کسی بھی قسم کی دلیل ماننے کو تیار نہیں، باوجود یکہ سب جانتے ہیں کہ جمہوریت کا کیا حشر کیا گیا ہے۔ اخبارات کی چند سرخیاں ملاحظہ کیجئے جو صلیبی جنگ میں مذہبی فرنٹ کے افغانستان سے آگے کی سیاسی مہم جوئیوں کی واضح نشاندہی کرتی ہیں: ''بغداد میں جمہوریت کا تجربہ ویٹی کن کی دُعاؤں کے ساتھ'' ''عراق کے لیے ویٹی کن کی ڈویژن نیٹو کے جھنڈے تلے'' '' علاوی کو پوپ کا خوش آمدید، اسلام کے جمہوریت کی طرف سفر پر کلیسا کا اظہار مسرت''

4 نومبر 2004ء کو روم میں پوپ کی علاوی کے ساتھ تنہائی میں ملاقات، اس کی بیوی تھانہ کے لیے دُعا اور ایک علیحدہ ملاقات میں علاوی کابینہ کے دو وزراء اور ویٹی کن میں عراقی سفیر کی عزت افزائی اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ صلیبی اشاروں پر ناچنے والی ان حکومتوں کو ویٹی کن کی مکمل حمایت حاصل ہے، جو امریکہ نے اپنے قبضہ کے استحکام کے لیے قائم کرائی ہیں۔ دوسری طرف حامد کرزئی کہتا ہے: ''ہمیں یاد ہے کہ افغانستان پر روسی قبضہ کے دوران پوپ نے افغان عوام کی حمایت میں آواز بلند کی تھی۔'' حیرت کی بات ہے کہ وہی کرزئی افغانستان پر امریکی بمباری کے لیے کلیسا کی طرف سے ہونے والی مکمل حمایت کو نظر انداز کر جاتا ہے۔ (چرچ کے رہنما اس بمباری کو امریکہ پر کئے ہوئے حملے کا ردعمل مانتے ہیں۔ کرزئی کے اس رویہ کا سبب صاف ظاہر ہے کہ اس غیر قانونی جنگ اور ناجائز قبضہ ہی کی وجہ سے اس کی تحت افغانستان تک رسائی ممکن ہوئی ہے۔

عہد حاضر کی صلیبی جنگ میں ویٹی کن کی پالیسی یہ ہے کہ وہ پوری احتیاط کے ساتھ اور مسلم دُنیا کے جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے لائحہ عمل کو حالات کے تقاضوں کے مطابق بدلتا رہے

ویٹی کن میں امریکی نامزد سفیر جم نکلسن کے کاغذات نامزدگی کے سلسلہ میں 13 ستمبر 2001ء کو منعقد کی گئی مجلس کی رپورٹنگ کرتے ہوئے ٹائمز میگزین نے لکھا: ''اس رسمی کارروائی کے دوران دُعاؤں کے ساتھ ساتھ عمر رسیدہ پوپ نے امریکہ کے ساتھ ویٹی کن کی مکمل وابستگی کا کھلے طور پر اظہار کیا''۔۔۔۔ جم نکلسن کے قول کے مطابق ''پوپ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور نئے سفیر کی طرف جھکتے اور ان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا: یہ صرف امریکہ پر حملہ نہیں تھا، بلکہ تمام انسانیت پر حملہ تھا۔'' جم نکلسن کے مطابق ''نائن الیون کے بعد کے دنوں میں پوپ کے ایسے کلمات میں افغانستان پر حملہ کے لیے مقدس کلیسا کی طرف سے امریکی مہم جوئی کی پوری اجازت موجود تھی۔ اپنی وقعت کو امریکن کیتھولکس کی نظروں میں مزید مستحکم دیکھنے کے خواہشمند وہائٹ ہاؤس کے لیے یہ ویٹی کن کی طرف سے ایک بیش قیمت تحفہ تھا۔''

نائن الیون کے فوراً بعد ویٹی کن نے افغانستان کی آئندہ کٹھ پتلی حکومتوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش شروع کر دی۔ پوپ کا ایک وفد نومبر 2001ء میں سابق شاہ افغانستان ظاہر شاہ سے ان کی قیام گاہ پر ملا۔ ویٹی کن کے سیکرٹری برائے اُمور تعلقات بیرونی ممالک جین لوئس توران اور اٹلی میں پوپ کے مستقل سفارتکار پالورومیو نے میٹنگ میں شرکت کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بون میں منعقدہ نام نہاد "Inter Afghan Peace Conference" کے موقع پر بلائی گئی میٹنگ کی کوئی تفصیلات نہیں دی گئیں۔

عہد حاضر کی صلیبی جنگ میں ویٹی کن کی پالیسی یہ ہے کہ وہ پوری احتیاط کے ساتھ اور مسلم دُنیا کے جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے لائحہ عمل کو حالات کے تقاضوں کے مطابق بدلتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک سال پہلے سٹیٹ سیکرٹریٹ کی نگرانی اور اجازت سے "Rome "jesuit" کے میگزین L.C.Cattolica نے لکھا: ''جمہوریت کا پودا لگانے کے بہانے دوسرے ممالک میں مداخلت وہاں کی اسلامی آبادی کے خلاف جارحیت شمار ہوگی''۔۔۔۔۔ اس کے برعکس آج ویٹی کن کا خیال ہے کہ اسلامی آبادیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قابض

فوجوں کو خوش آمدید کہیں، تاکہ وہ وہاں پر جمہوریت کی داغ بیل ڈال سکیں۔" رویہ کی یہ تبدیلی افغانستان پر بظاہر کامیابی کے ساتھ قبضہ جمانے کا شاخسانہ ہے۔

مذہبی محاذ کی مہم جوئی اب صرف افغانستان پر امریکی قبضہ کی تائید کی حد تک محدود نہیں رہی۔ اب وہ سیاسی محاذ پر سخت سے سخت فوجی اقدامات بروئے کار لانے کے لیے بھی ایک نپے تلے انداز میں دباؤ ڈال رہا ہے۔ ویٹی کن کے عراق پر امریکی قبضہ کی حمایت کے اعلان سے بہت پہلے کارڈینل ربی نے اطالوی بشپ کانفرنس کی مستقل کونسل میں اپنے خطاب میں کہا تھا: "کرسچن مغرب کو چاہیے کہ وہ منظم دہشت گردی کی پوری قوت اور عزم کے ساتھ مخالفت کرے، اور دہشت گردوں کی کسی بھی قسم کی بلیک میلنگ اور شرائط پر کوئی لچک نہ دکھائے اور ساتھ ہی مسلم ممالک میں ہمارے اُن بڑے حلیف عناصر کو جا بسانے کا بندوبست کیا جائے، جو آزادی اور جمہوریت کی تمنا لئے ہوئے ہیں۔"

امریکہ کا افغانستان اور عراق پر جنگ مسلط کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لینا اور یہ مصمم ارادہ کہ وہ دُنیا میں کسی جگہ بھی اسلامی طرزِ حکومت کو جڑ پکڑنے نہیں دے گا، اس بات کا کافی ثبوت مہیا کرتا ہے کہ وہ اپنے اصل ماٹو (یعنی جمہوریت کے فروغ کی بجائے) اپنے آخری ہدف یعنی دُنیا کی اکثریت کو عیسائیت میں تبدیل کرنے پر فوکس کیے ہوئے ہے۔

"لاس اینجلس ٹائمز" کے 18 مارچ 2004ء کے مضمون "ایوانجلیکلز عراق میں مذہبی مشن پر" اور ڈیوڈ ربی کا 27 دسمبر 2003ء کے "ٹیلیگراف" میں شائع شدہ مضمون "عراق میں بائبل مشنریوں کی روحانی جنگ" دو ایسے چشم کشا مضامین ہیں، جو ان جنگوں کو مذہبی معرکے ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

افغانستان میں بظاہر کامیابی سے شہ پاکر پس پردہ رہنے والے صلیبیوں نے سیاسی محاذ پر متعین عیسائی انتہا پسندوں سے مذہبی بنیادوں پر استوار فوجی مہم جوئی کو اور بھی آگے بڑھانے کا مزید مطالبہ کیا۔ روم کے معروف روزنامے "ILfoglio" نے 21 ستمبر 2004ء کو اطالوی حکومت سے ایک اپیل میں درخواست کی کہ وہ نیٹو اور یورپی یونین میں "اتحاد و قیانوس" کے تحت فوجوں کی ایک بھاری فوج کشی کے لیے کام کرے۔ اس اپیل پر دوسروں کے علاوہ اطالوی شخص کے اخبار "Avennire" کے V.E.Parsi نے بھی دستخط کیے۔

اسی طرح ویٹی کن کے سیکرٹری آف سٹیٹ کارڈینل اینگیلو سدانو نے بھی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تعریف اور اینٹی امریکن سیکولرسٹ یورپ کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس نے 22 ستمبر 2004ء کو اخبار "Latampa" کے نمائندہ کو انٹرویو کے دوران اقوام متحدہ پر بھی سخت تنقید کی کہ اُس نے امریکہ کو عراق پر حملہ کی اجازت نہ دی۔ عراق پر دوبارہ فوج کشی کی تائید میں دراصل تردد اور غیر آمادگی حائل تھی، کیونکہ اس یلغار کو ہر کوئی مبنی بر انصاف جنگ تصور نہیں کرتا تھا۔ امریکہ کو عراق کے مظلوم عوام سے بھی مکمل تعاون کا یقین نہیں تھا۔ عراقیوں کی جانب سے روز افزوں مزاحمت اب صلیبیوں کو یہ واضح اشارہ دے رہی ہے کہ عراقیوں کو صدام سے ہر گز اتنی شدید نفرت نہ تھی جتنی کہ قابض امریکہ سے ہے۔ اسلامی جذبہ کو اپنی راہ میں حائل پاکر صلیبیوں کا مذہبی محاذ "خلافت" کے خواب کے مقابلے میں اپنے قبضہ کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی جدوجہد کو تیز کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆

رمضان المبارک قرآن کا مہینہ ہے

داعی رجوع الی القرآن، بانی تنظیم اسلامی
صدرِ مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ

کا شہرۂ آفاق دورۂ ترجمۂ قرآن
بعنوان

بیانُ القرآن

جو کہ مختلف ٹی وی چینلز سے سیٹلائٹ کے ذریعے نشر ہو کر پوری دنیا میں دیکھا اور سنا گیا ہے
اور جس کے ذریعے ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں ایک نمایاں تبدیلی آئی ہے

کتابی صورت میں شائع ہونا شروع ہو گیا ہے

انجمن خدام القرآن سرحد، پشاور نے اس "بیانُ القرآن" کا حصہ اوّل جو سورۃ الفاتحۃ اور سورۃ البقرۃ، مع تعارفِ قرآن پر مشتمل ہے، شائع کیا ہے

☆ عمدہ طباعت ☆ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ☆ امپورٹڈ پیپر
☆ صفحات: 520 ☆ قیمت: 400 روپے

ملنے کے پتے:

● انجمن خدام القرآن سرحد پشاور
18-A ناصر مینشن، ریلوے روڈ نمبر 2، شعبہ بازار پشاور، فون: 2584824,2214495(091)

● مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 3-5869501(042)

مایوسی ایک گناہ — توبہ ایک اُمید

فوزیہ متین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾﴾ (الزمر)

"(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ، اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہونا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ (گزشتہ) سب گناہوں کو معاف فرمائے گا، وہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

آج اگر ہم اپنے اردگرد کا جائزہ لیں تو ہمیں ایک ایسی بیماری پروان چڑھتی نظر آئے گی جس کی لپیٹ میں تقریباً ہر انسان ہے اور وہ ہے "مایوسی"۔

مایوسی شیطان کا ایک ایسا حربہ ہے کہ جس سے نفسِ انسانی شیطان کے تابع ہوجاتا ہے اور یہ نفس ہی ہے جو انسان کو بار بار کمتر، مجبور، حقیر ہونے کا احساس دلا کر مایوسی میں مبتلا کرتا ہے۔ مایوسی سے بڑے بڑے جرائم جنم لیتے ہیں۔ مایوس انسان صرف اپنی صلاحیتوں سے ہی نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے بھی مایوس ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ گناہ کرتا رہتا ہے اور توبہ کی طرف نہیں لوٹتا۔ اس کا اللہ پر بھروسہ ختم ہوجاتا ہے۔ وہ ہر وقت خوف زدہ رہتا ہے۔ اُسے کبھی کسی مال کے نقصان کا اور کبھی اپنی کسی کمزوری یا غلطی کا پتہ چل جانے کا خوف رہتا ہے۔ جس قوم میں مایوسی پھیل جائے وہ ترقی نہیں کرسکتی۔ ہماری قوم میں سب سے زیادہ مایوسی صحت، رزق اور اولاد کے متعلق ہے۔ اس کے لیے ہمیں چاہیے کہ نفس، مایوسی اور توبہ کی حقیقت کے بارے میں جانیں۔

نفس:

شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار انسان کا نفس ہوتا ہے۔ انسان میں ایک نفس امارہ ہے جس کا کام انسان کو بُرائی پر ابھارنا ہے، اور دوسرا نفس لوامہ ہے جس کا کام بُرائی سے روکنا ہے اور نیکی کی ترغیب دینا ہے۔ تیسری حالت نفسِ مطمئنہ کہلاتی ہے جس میں انسان کو نیکی کر کے سکون حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا:

(ترجمہ) "پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنادیا اُن لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا، اب کوئی تو اُن میں سے اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں اور کوئی بیچ کی راہ چلنے والے ہیں اور کوئی اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔" (سورۃ فاطر:32)

سورۃ الشمس میں ارشاد ہوا:

نفسِ انسانی کی اور اُس ذات کی قسم جس نے اس کے اعضاء کو ہموار کیا اور پھر اُس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو خاک میں ملا دیا۔ (آیات:7تا10)

سورۃ الفجر میں فرمایا:

"اے نفسِ مطمئنہ لوٹ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ شامل ہوجا میرے نیک بندوں میں اور داخل ہوجا میری جنت میں" (آیات:27تا30)

صحت سے مایوسی:

گھر میں کوئی بیمار ہوجائے تو ہم سب سے پہلے اُسے عام ایلوپیتھک ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں، اگر آرام نہ آئے تو پھر ہومیوپیتھک سے علاج کرواتے ہیں اور پھر بھی آرام نہ آنے پر اسپیشلسٹ کو دکھاتے ہیں اور پھر وہاں سے بھی آرام نہ آئے تو مایوس ہوجاتے ہیں، اس لیے کہ ہمارا بھروسہ ڈاکٹر پر ہوتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی دوا میں صحت کی تاثیر تو اللہ رکھتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

"اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے آپہنچی ہے۔" (سورۃ یونس:57)

سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:

"اور ہم قرآن میں اُتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔" (آیت 82)

اگر ہم قرآن کو ترجمہ کے ساتھ سمجھ کر پڑھیں تو ہماری ہر بیماری کا علاج قرآن میں موجود ہے۔

اولاد سے مایوسی:

شادی ہوجانے کے بعد جلد اولاد نہ ہونے کی صورت میں یا مسلسل بیٹیاں پیدا ہونے کی صورت میں گھروں میں اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں۔ ڈاکٹروں، حکیموں اور پیر فقیر بابوں سے استفادہ کرنے کی پُرزور کوشش کی جاتی ہے۔ عورت میں نقص نکال کر گھر سے رخصت کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ یا بعض دفعہ کسی کا بچہ گود لینے کے بارے میں سوچا جاتا ہے۔ لڑکا نہ ہونے کی صورت میں لڑکی کو گھر سے رخصت کردیا جاتا ہے۔ یہ تمام صورتحال جہالت کی مظہر ہے اور یہ اسی لیے ہوتی ہے کہ ہم اللہ پر توکل کرنے کی بجائے اسباب پر توکل کرتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مجھ پر توکل کرو اور میں تمہیں وہ کچھ دوں گا اور وہاں سے دوں گا جہاں سے تمہارا گمان بھی نہ ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے:

"آسمانوں اور زمین کی (تمام) بادشاہت اللہ کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے، بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے بیٹے عطا کرتا ہے یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے۔ اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بے شک وہ بڑا جاننے والا، قدرت والا ہے۔" (سورۃ الشوریٰ:49،50)

رزق سے مایوسی:

آج کل عموماً سننے میں آتا ہے کہ میرا گزارا نہیں ہو رہا، چاہے آمدنی زیادہ بھی ہو لیکن صدا یہی ہوگی کہ بہت مشکل سے گزارا ہو رہا ہے۔ ہر وقت ناشکری کے کلمات اور مایوسی کی باتیں سننے کو ملتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سننے کو ملتا ہے کہ جب تک ناجائز آمدنی نہ آئے گزارا نہیں ہوتا حالانکہ رازق تو وہی ہے اور (باقی صفحہ 4 پر)

جناب ارشاد احمد حقانی، راجہ فتح خاں اور تاریخ سے فریب

شکیل عثمانی

وطن عزیز کے سینئر صحافی اور روزنامہ جنگ کے کالم نگار، جناب ارشاد احمد حقانی نے اپنے کالم "حرف تمنا" مورخہ 27 جون 2009ء میں اپنے دیرینہ کرم فرما راجہ فتح خاں صاحب کا ایک خط بعنوان "قومی ریاست کا مذہبی ریاست تک سفر" شائع کیا ہے۔ راجہ صاحب نے اپنے خط میں نظریہ پاکستان، قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر، سیکولرازم اور 7 ستمبر 1974ء کی آئینی ترمیم (جس کے تحت احمدیوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا) سمیت مختلف قومی مسائل پر اظہار خیال کیا ہے۔ جناب ارشاد احمد حقانی کے کالم میں یہ جملہ درج نہیں ہے کہ کالم نگار کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں اور یہ خط جناب حقانی نے بغیر کسی تبصرے یا استدراک کے شائع کیا ہے، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس کے مندرجات سے متفق ہیں تو غلط نہیں ہوگا۔ اس خط کے بارے میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

اگرچہ راجہ صاحب کا یہ خط غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کا مجموعہ ہے لیکن اس کا سب سے دلچسپ حصہ وہ ہے جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ پاکستانی ریاست نے جماعت احمدیہ (قادیانی جماعت) کو اس کی مرضی کے خلاف غیر مسلم قرار دے دیا۔ راجہ صاحب کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسلامی تاریخ اور علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان سے سوال ہے کہ کیا نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد جب پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور صحابہ کرامؓ نے مدعیان نبوت اور ان کے پیروکاروں کو مرتد قرار دے کر ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تھا تو کیا ان کی مرضی معلوم کی تھی کہ ہم آپ کو مرتد قرار دیں یا نہ دیں؟

یہ اہل پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ راجہ فتح خاں صاحب نے علامہ اقبال کو تحریک پاکستان کے ہراول دستے کے قائدین میں شمار کیا ہے۔ راجہ صاحب کی اس فیاضی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ان کی توجہ علامہ کے اس بیان کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو جسٹس (ریٹائرڈ) عطاء اللہ سجاد کی روایت (مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت، 21 اپریل 1999ء) کے مطابق علامہ نے مرزا غلام احمد قادیانی اور دوسرے احمدی رہنماؤں کی کتابوں کے براہ راست مطالعے کے بعد مئی 1935ء میں "قادیانی اور راسخ العقیدہ مسلمان" کے عنوان سے جاری کیا۔ یہاں یہ وضاحت بے محل نہ ہوگی کہ اس سے قبل متعدد وجوہ کی بنا پر علامہ نے بہ امعان نظر احمدی تحریک کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اس بیان میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے نزاع پر مختصراً روشنی ڈالنے کے بعد علامہ اقبال نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کرے۔ علامہ نے اس بیان میں کہا:

"[مسلم معاشرہ] ان تحریکوں کے معاملے میں زیادہ حساس ہے جو اس کی وحدت کے لیے خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو، لیکن اپنی بنا نئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، [ہر] مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لیے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لیے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے"۔ (حرف اقبال، ص 104,103)

علامہ اقبال کے اس بیان کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دو دعاوی ملاحظہ فرمائیں:

مرزا صاحب نے 23 مئی 1908ء کو "اخبار عام" لاہور کو مندرجہ ذیل خط لکھا:

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں"۔

(اخبار عام، 26 مئی 1908ء منقول از حقیقت النبوۃ از مرزا محمود احمد، ص 271)

یہ خط 26 مئی 1908ء کے اخبار عام میں شائع ہوا اور اسی دن مرزا صاحب وفات پا گئے۔ گویا یہ ان کا آخری عقیدہ تھا۔

مرزا صاحب نے یہ بھی کہا کہ جو ان کے دعویٰ کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، مسلمان نہیں ہے"۔

(تذکرہ، ص 519، طبع چہارم)

مرزا صاحب کے صاحبزادے اور دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔

(آئینہ صداقت، ص 35)

اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے مئی 1935ء کے بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کیا جائے۔ یہ بیان 1935ء کے ایکٹ کے تناظر میں جاری کیا گیا تھا، جس کے تحت برصغیر میں عام انتخابات ہونے والے تھے۔ علامہ کے بیان پر پنڈت جواہر لعل نہرو نے ماڈرن ریویو کلکتہ میں تین ناقدانہ مضامین لکھے، جن کے جواب میں علامہ نے جنوری 1936ء میں "اسلام اینڈ احمد ازم" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا۔ اس مضمون میں انھوں نے قادیانی تحریک کا سیاسی پس منظر بیان کرنے کے علاوہ ختم نبوت کے مذہبی، سیاسی اور عمرانی پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے پنڈت جی کے اعتراضات کا نکتہ بہ نکتہ ایسا جواب دیا کہ موصوف کو خاموش ہونا پڑا۔ علامہ کا یہ طویل مضمون کتابچے کی شکل میں مختلف اداروں اور اسلامی انجمنوں نے انگریزی اور اردو میں لاکھوں کی تعداد میں مفت یا معمولی قیمت پر شائع کیا اور وطن عزیز میں عام دستیاب ہے۔ لطیف احمد خاں شروانی نے اپنی مرتبہ انگریزی کتاب "Speeches, Writings and Statements of Iqbal" اور اس کے اردو ترجمے "حرف اقبال" میں اس طویل مضمون کے علاوہ علامہ کے قادیانیت پر تمام بیانات اور انٹرویوز کو بھی شامل کرلیا ہے۔

21 جون 1936ء کو علامہ اقبال نے پنڈت نہرو کے نام ایک خط لکھا جسے پنڈت جی نے اپنی کتاب "A Bunch of Old Letters" میں شائع کیا ہے۔ علامہ نے لکھا کہ "اسلام اینڈ احمد ازم" کے عنوان سے ان کے طویل مضمون کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ مسلمانوں میں انگریز

اقتدار سے وفاداری کے جذبات کیسے پیدا ہوئے اور احمدیت نے ان کے لیے الہامی بنیاد کس طرح فراہم کی؟ اس خط کا یہ جملہ علامہ کے مافی الضمیر کو مکمل طور پر واضح کرتا ہے:

"I have no doubt in my mind that the Ahmadis are traitors both to Islam and to India"

"میرے ذہن میں اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں"۔

علامہ اقبال نے پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام اپنے خط میں لکھا: "میرے ذہن میں اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں"

اس خط کا انگریزی متن لطیف احمد شروانی کی مذکورہ بالا کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اردو ترجمے کے لیے ملاحظہ ہو "خطوط اقبال" مرتبہ رفیع الدین ہاشمی، ص258,256۔

7 ستمبر1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر "تحریک پاکستان کے ہراول دستے کے ایک قائد" علامہ اقبال کے مطالبے کی تکمیل کی۔ ممتاز اقبال شناس اور دانشور پروفیسر فتح محمد ملک 7 ستمبر1974ء کی آئینی ترمیم کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہماری قومی اسمبلی نے خود کو اسلامی قانون سازی کی خاطر اجماع امت کے حصول کا ذریعہ بنایا تو [قادیانیت کا] سوال امن وامان کی فضا میں اور کھلی بحث وتمحیص کی بدولت حل کر لیا گیا۔ ہماری قومی تاریخ کا یہ واقعہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اقبال کا تصور اجماع برحق ہے"۔

(علامہ اقبال کا تصور اجتہاد، مرتبین ڈاکٹر ایوب صابر، محمد سہیل عمر، ص58)

میں شروع میں لکھ چکا ہوں کہ راجہ فتح خاں صاحب کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسلامی تاریخ اور علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کی نظر میں سورۃ الاحزاب کی درج ذیل آیت:

"محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں"۔

اور درج ذیل حدیث

"میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں"

ضرور ہوگی۔ گزشتہ چودہ سو سال سے امت مسلمہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتی رہی ہے اور درج بالا حدیث کے یہ الفاظ کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں" مکمل طور پر وضاحت کر دیتے ہیں کہ باب نبوت ہمیشہ کے لیے مسدود ہو چکا ہے۔ اگر راجہ فتح خاں صاحب قادیانی نہیں ہیں تو وہ بھی چودہ سو سالہ اجماع امت کے مطابق خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہی کریں گے۔ اس کے برعکس جماعت احمدیہ اجرائے نبوت کی قائل ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے صاحبزادے اور دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

"انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ خدا کے خزانے ختم ہو گئے ......ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے، ورنہ ایک نبی کیا، میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے"۔

(انوار خلافت، ص62، بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر الیاس برنی، ص230، ملتان ایڈیشن)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں"۔

(انوار خلافت، ص65، بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر الیاس برنی، ص231، ملتان ایڈیشن)

اب راجہ صاحب خود ہی فرمائیں کہ کیا اسلام اور قادیانیت دو متوازی دین نہیں ہیں؟

راجہ فتح خاں صاحب سے ایک اور سوال ہے کہ اگر وہ پاکستان کے انتظامی سربراہ ہوں اور چند لاکھ افراد پر مشتمل ایک گروہ پاکستان آرمی کی وردی پہن کر اپنے آپ کو پاکستان آرمی قرار دے، پاکستان آرمی کی طرح ڈرل کرے، پاکستان آرمی کی طرح ہتھیار رکھے اور پاکستان آرمی کی طرح اپنے عہدے داروں کو جنرل، کرنل، میجر اور کیپٹن کہے تو کیا وہ اس گروہ کے خلاف مناسب کارروائی نہیں کریں گے؟ یہی مناسب کارروائی اس آئینی ترمیم کے ذریعے ہوئی جو پاکستان کی قومی اسمبلی نے 7 ستمبر1974ء کو منظور کی تھی۔

پاکستان کے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں نے سوگواروں میں موجود ہونے کے باوجود قائداعظم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ سر ظفر اللہ کے اس طرز عمل کو درست ثابت کرنے کے لیے راجہ فتح خاں صاحب نے مغالطہ دینے کی انتہا کر دی ہے۔ ان کا کہنا ہے:

"ملائیت کے فتوؤں کی وجہ سے دوسرے فرقے قادیانیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے، قادیانی بھی جواباً ان کا جنازہ نہیں پڑھتے"۔

یہاں پہلا مغالطہ یہ ہے کہ قائداعظم نے اپنی کس تحریر یا تقریر میں کہا کہ قادیانیوں کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور جب کوئی ایسی بات ریکارڈ پر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو قائداعظم کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا کیا جواز ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ سر ظفر اللہ نے قائداعظم کی نماز جنازہ بانی تحریک احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے صاحبزادے اور دوسرے جانشین مرزا بشیر الدین محمود کے اُن احکامات کے تحت نہیں پڑھی جن میں کہا گیا ہے: چوں کہ غیر احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اس لیے کوئی احمدی غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ یہ احکامات ان دونوں رہنماؤں کی کتابوں میں موجود ہیں۔

قائداعظم کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کے سلسلے میں سر ظفر اللہ خاں اور جماعت احمدیہ نے مختلف پینترے بدلے۔

منیر انکوائری کمیشن کے سامنے سر ظفر اللہ خاں نے قائداعظم کی نماز جنازہ میں اپنی عدم شرکت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"نماز جنازہ کے امام مولانا شبیر احمد عثمانی احمدیوں کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دے چکے تھے، اس لیے میں اس نماز میں شریک ہونے کا فیصلہ نہ کر سکا جس کی امامت مولانا کر رہے تھے"۔

(فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ ص، 212)

لیکن منیر کمیشن کی تشکیل سے قبل جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے قائداعظم کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی تو انھوں نے جواب دیا:

"آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر ملازم"۔

(روزنامہ "زمیندار" لاہور، 8 فروری 1950)

جب یہ واقعہ اخبارات میں آیا تو جماعت احمدیہ ربوہ نے اس پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"جناب چودھری ظفر اللہ خاں صاحب پر ایک

اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں"۔

(ٹریکٹ نمبر 22 بعنوان "احراری علماء کی راست گوئی کا نمونہ"، ناشر مہتمم نشرواشاعت نظارۃ دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ، ربوہ)

قادیانی اخبار روزنامہ "الفضل" نے سر ظفر اللہ کے طرز عمل کا دفاع اس طرح کیا:

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ابوطالب بھی قائداعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے۔ مگر نہ مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور نہ رسول اللہ نے"۔ (الفضل، 28 اکتوبر 1952ء)

راجہ فتح خاں صاحب نے "تاریخ کو مسخ کرنے کی سعی لاحاصل" کرتے ہوئے ایک اور غلط بیانی یہ کی ہے کہ جماعت احمدیہ نے مطالبہ پاکستان کی علانیہ حمایت کی۔ تاریخ کا عام طالب علم بھی یہ بات جانتا ہے کہ تحریک پاکستان کی حمایت وہ جماعت کر سکتی ہے جو تقسیم ہند کی حامی ہو جب کہ جماعت احمدیہ اکھنڈ بھارت کی حامی تھی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے وہی انکار کر سکتا ہے جو دن کی روشنی میں آنکھیں بند کر لے اور کہے کہ سورج غروب ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے راجہ فتح خاں صاحب کے سیکولر قبیلے کے ممتاز رکن جسٹس محمد منیر کی شہادت پیش کی جاتی ہے۔ 1953ء کے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں جسٹس صاحب لکھتے ہیں:

"جب ملک کی تقسیم سے مسلمانوں کے لیے ایک علاحدہ وطن کی دھندلی تصویر ابھرنے لگی تو احمدی آنے والے واقعات کے متعلق متفکر ہو گئے۔

1945ء سے 1947ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ انھیں برطانیہ کے جانشین بننے کی تو توقع تھی، مگر جب پاکستان کی خیالی تصویر حقیقت کا روپ دھارنے لگی تو انہیں نئی ریاست کے تصور کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی مشکل محسوس ہونے لگی۔ انھوں نے اپنے آپ کو ایک مخمصے میں پایا ہوگا کیونکہ وہ ایک سیکولر ہندو ریاست، بھارت کا انتخاب نہیں کر سکتے تھے، نہ ہی پاکستان کا، جہاں تفرقے بازی کی حوصلہ افزائی کی توقع نہیں تھی۔ ان کی بعض تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کے مخالف تھے اور اگر تقسیم ہو گئی تو وہ دوبارہ اتحاد کی سعی کریں گے"۔ (ص 196)

اب تاریخی ترتیب سے وہ انٹرویوز پیش کیے جاتے ہیں جو امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود نے تقسیم ہند کے موضوع پر دیے۔ واضح رہے کہ احمدی لٹریچر میں مرزا بشیر الدین محمود کو مرزا محمود احمد بھی لکھا جاتا ہے۔

اپریل 1946ء میں دورہ سندھ سے واپسی پر مرزا محمود احمد نے ڈیلی گزٹ کے نامہ نگار کو مندرجہ ذیل انٹرویو دیا:

سوال: آپ کا پاکستان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: میرا پاکستان ہندوستان تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ تمام دنیا پر محیط ہے اور اگر آپ موجودہ پاکستان کے بارے میں پوچھ رہے ہیں تو میرا خیال ہے کہ سیاست میرے دائرہ عمل سے باہر ہے۔ (الفضل قادیان، 25 اپریل 1946ء)

امید ہے کہ راجہ صاحب نے مرزا صاحب کا پہلا پینترا ملاحظہ فرما لیا ہوگا۔ اب اُن کا دوسرا پینترا ملاحظہ فرمائیں۔

اپریل 1947ء میں مرزا محمود احمد دوبارہ سندھ کے دورے پر گئے۔ واپسی پر ہندوستان ڈیلی گزٹ کے نمائندے لال وانی نے ان کا انٹرویو کیا۔ ایک سوال پاکستان کے بارے میں تھا۔

سوال: کیا پاکستان عملی طور پر ممکن ہے؟

جواب: سیاسی اور معاشی نقطہ نگاہ سے یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ تاہم میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ملک کو تقسیم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج کی دنیا میں ترقی کا انحصار اتحاد پر ہے۔ (الفضل قادیان، 12 اپریل 1947ء)

5 اپریل کو روزنامہ الفضل قادیان نے بڑے مؤثر انداز میں واضح کیا کہ احمدی غیر منقسم ہندوستان پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی تقسیم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اپنے ایک خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے امام جماعت احمدیہ نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی کہ وہ ہندو، مسلم اتحاد کے لیے کام کریں تاکہ ہندو، مسلم سوال کو ختم کیا جا سکے اور ہندوستان کی تمام قومیں اتحاد سے رہنے کے قابل ہو سکیں۔ اس سے ملک تقسیم کی ابتلا سے بچ جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ اگرچہ یہ ایک سخت مشکل کام ہو سکتا ہے، مگر اس کے نتائج شاندار ہوں گے۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ یہ خدا کی مرضی ہے کہ ہندوستان کی تمام اقوام متحد ہوں، تاکہ احمدیت وسیع پیمانے پر ترقی کر سکے۔ اپنے اس خواب کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں انھوں نے اپنے آپ کو اور مہاتما گاندھی کو ایک بستر پر لیٹے دیکھا تھا، یہ نتیجہ اخذ کیا:

"بہت کم عرصے کے لیے شاید ہندوؤں اور مسلمانوں میں علاحدگی ہو جائے گی، مگر یہ تقسیم خالصتاً عارضی ہو گی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ یہ عارضی تقسیم جلد ہی ختم ہو جائے"۔

مرزا محمود احمد کی یہ نصیحت الفضل میں "اکھنڈ ہندوستان" کے عنوان سے شائع ہوئی۔

(الفضل قادیان، 5 اپریل 1947ء)

16 مئی 1947ء کو مرزا محمود احمد نے اپنی مجلسِ عرفان میں اپنے پیروکاروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ قوموں میں منافرت کے سبب یہ عارضی طور پر منقسم ہو جائے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بل کہ مجبوری سے، اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں"۔ (الفضل قادیان، 17 مئی 1947ء)

یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ قیام پاکستان کے بعد بھی مرزا محمود احمد اکھنڈ ہندوستان کے حامی رہے۔ 15 اگست 1947ء کو اپنے پیروکاروں سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے متحدہ ہندوستان کی خواہش کا اظہار کیا اور دعا کی:

"خدا امن اور مفاہمت کے ذریعے ایسے حالات پیدا کرے کہ ہم اس ملک کو ایک بار پھر متحد دیکھ سکیں اور اسے اسلام کا ایک مرکز بنا سکیں"۔

(الفضل قادیان، 16 اگست 1947ء)

بہر حال مطالبہ پاکستان کے حق میں مرزا محمود احمد کے ایک آدھ بیان کی حیثیت زبانی جمع خرچ (lip service) سے زیادہ نہیں ہے۔

وہ قارئین جو ٹی وی کے بھی ناظرین ہیں راجہ فتح خاں صاحب کو ایک ترقی پسند اور سامراج دشمن دانشور کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ حیرت ہے کہ راجہ صاحب اس جماعت کے وکیل صفائی کا کردار ادا کر رہے ہیں جس کے بانی نے بہ قول علامہ اقبال برطانوی حکومت سے وفاداری کو الہامی سند فراہم کی۔ علامہ کی رائے کی تائید میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب "تریاق القلوب" کے ضمیمہ نمبر 3 زیر عنوان "حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست" کا مندرجہ ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

"میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں کیوں کہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اول درجے پر بنا دیا ہے۔ (1) اول والد مرحوم کے اثر نے۔ (2) دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے (3) تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے"۔ (ص 309، 310)

(باقی صفحہ 12 پر)

پاکستان کے مستقبل کے بارے میں فکر مند حضرات متوجہ ہوں!

اس سال ''شب قدر'' کو ـــــ استغفار' توبہ اور اللہ کے ساتھ ''تجدید عہد'' کی شب کی حیثیت سے منائیں!!

اور پورے ملک میں اس مبارک رات کو ''ختم قرآن'' کے موقع پر اسی موضوع پر تقاریر اور خطابات کا اہتمام کریں۔

اس سال رمضان مبارک کی 27 ویں شب یعنی ''لیلۃ القدر'' اور ''لیلۃ مبارکۃ'' کو پورے عالم امر میں قرآن حکیم کا ۱۴۴۳ واں جشن نزولِ قرآن بھی منایا جائے گا۔ اور حسنِ اتفاق سے یہی مبارک رات

''شب نزول پاکستان'' کی 63 ویں (شمسی) سالگرہ بھی ہے!

آیئے! کہ اس مبارک رات کو ایک جانب عالم اسلام کی موجودہ زبوں حالی' سلطنت خداداد پاکستان کے عدم استحکام اور اُمت محمد ﷺ کے خلاف یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کے گٹھ جوڑ اور ناپاک عزائم اور ریشہ دوانیوں' اور دوسری جانب پاکستان کے متعدد ایئربیس پر امریکہ کا قبضہ وتصرف' ڈراؤنے ''ڈرونوں'' کی فضا میں جھنکار' اور اب امریکی سفارت خانے میں تعمیرات کا ایک نیا اور وسیع منصوبہ' اور ارضِ پاکستان پر امریکی کمانڈوز' میرین فورسز' اور بلیک واٹر کے جتھوں کے بھاری بوٹوں کی دھمک کے پیش نظر ہر مخلص اور محبِ وطن پاکستانی کے لیے لازم ہے کہ ۔ ـــــ ''وطن کی فکر کر ناداں قیامت آنے والی ہے۔ تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں!'' کے مصداق ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرتِ خصوصی طلب کریں؟

ـــــ لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ: ـــــ

- ہم اپنے گناہوں پر اظہارِ ندامت کے ساتھ خلوصِ قلب سے توبہ کریں'
- اور مقصد قیام پاکستان کے ضمن میں اپنی تقصیرات کے اقرار واعتراف کے ساتھ قلب کی گہرائیوں سے استغفار کریں۔
- اور اب آئندہ کے لیے قرآن حکیم کے الفاظ مبارکہ ﴿ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین﴾ کے مصداق خود ﴿ادخلوا فی السلم کافۃ﴾ یعنی اسلام پر پوری طرح عمل پیرا ہو کر اپنے تن من دھن کو اللہ کے دین کے لیے وقف کرنے کا عہد کریں۔

ـــــ تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نصرت وتائید سے ـــــ

- 1947ء میں قائم ہونے والے پاکستان کی بازیافت کا بھی امکان پیدا ہو'
- موجودہ ''بچے کھچے'' پاکستان کے استحکام اور اسے جملہ انواع کی سیاسی اور مالیاتی محکومیوں سے آزادی نصیب ہو!
- اسلام کی ''نشأۃِ ثانیہ'' کے لیے اس کی ''نشأۃِ اولیٰ'' والے مبارک عمل کا آغاز ہو۔
- اور اللہ کی جانب سے موعودہ عالمی نظامِ خلافت علیٰ منہاجِ النبوۃ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جانب پیش قدمی کی ابتدا ہو جائے!

ـــــ اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ: ـــــ

''اے اللہ ہم سے قیامِ پاکستان کے اصل مقصد کے ضمن میں جو کوتاہی' اور خصوصاً آپ کے ساتھ کیے گئے وعدوں کے ضمن میں جو بدعہدی ہوئی ـــــ اور ہم: ﴿عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّہۡلِکَ عَدُوَّکُمۡ وَ یَسۡتَخۡلِفَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ﴾ کا منظر اپنی چشم سر سے دیکھ لینے کے باوجود آپ کی جانب سے امتحان یعنی: ﴿فَیَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ میں تا حال جس بری طرح ناکام رہے اس پر آپ سے صدق دل سے معافی کے خواستگار ہیں!

(پچھلے صفحہ سے مسلسل)

بہر حال اب ہم بادیدۂ نم ترے سامنے دست کشاں ہیں کہ

ع ''رحم کر اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا ہم تجھے بھولے ''تھے'' لیکن تو نہ ہم کو بھول جا!''

اور ع ''اے دعا ہاں عرض کر عرشِ الٰہی تھام کے اے خدا! اب پھیر دے رخ گردشِ ایام کے!''

اور ع ''حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں!''

چنانچہ اس عظیم مقصد کے لیے: —— ان شاء اللہ العزیز

رمضان مبارک کی ستائیسویں شب (یعنی 17 اور 18 ستمبر کی درمیانی رات) کو بعد نمازِ عشاء

جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' ماڈل ٹاؤن لاہور میں

ایک عظیم الشان **جلسۂ تجدید عہد** منعقد ہوگا'

جس میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر مؤسس' اور بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

حسب ذیل موضوع پر مفصل خطاب ارشاد فرمائیں گے:

پاکستان کے وجود کو لاحق داخلی اور خارجی خطرات وخدشات:
اور ان سے نبرد آزمائی کا صحیح طریق کار!

دینی حمیت کے حامل' اور سلطنتِ خداداد پاکستان سے دلی محبت رکھنے والے حضرات سے پابندیٔ وقت کے ساتھ' جوق در جوق احباب ورفقاء کی معیت میں شرکت کی درخواست ہے!

(نوٹ)

1۔نمازِ عشاء کے لیے جماعت ٹھیک سوا نو بجے کھڑی ہو جائے گی۔ بہتر ہوگا کہ وضو گھر سے کر کے تشریف لائیں۔

2-اس کے بعد بیس رکعات تراویح ادا کی جائے گی! (بغیر دورۂ ترجمہ) (ختم دورۂ ترجمۂ قرآن اٹھائیسویں شب کو ہوگا!)

3-اور اس کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب کا خطاب شروع ہو جائے گا جو دو گھنٹے طویل ہو سکتا ہے! (اس کے لیے ذہناً تیار ہو کر آئیں!!) اور

4-اس کے بعد نماز وتر میں مفصل دعاءِ قنوت مانگی جائے گی! 5-خواتین کے لیے باپردہ شرکت کا اہتمام ہوگا!